پستول چلانے والا
اشتیاق احمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 682

پستول چلانے والا

اشتیاق احمد

حدیث نبوی ﷺ

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی سے روایت ہے۔ کہا جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ و الفتح اتری تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اپنے پاس بلایا۔ فرمایا: مجھ کو میری موت کی خبر پہنچائی گئی ہے تو فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رو گئیں۔ فرمایا نہ روؤ، اس لیے کہ سب سے پہلے میرے گھر والوں میں سے تو مجھ کو ملے گی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہنس پڑیں۔ فاطمہؓ کو آپ کی بعض ازواج نے دیکھا۔ انہوں نے کہا: اے فاطمہؓ! ہم نے تجھ کو دیکھا تو روئی پھر ہنسی۔ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کہا۔ حضرت نے خبر دی مجھ کو کہ ان کو موت کی خبر پہنچائی گئی ہے۔ میں روئی۔ پھر فرمایا کہ تو سب اہل بیت سے پہلے مجھ سے ملے گی۔ تو میں ہنسی۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت اللہ کی مدد پہنچ چکی اور فتح مکہ اور آئے اہل یمن وہ بہت نرم ہیں دلوں کے لحاظ سے۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف۔ روایت کیا اس کو دارمی نے)

دو باتیں

السلام علیکم! اس بار ایک عجیب بات معلوم ہوئی۔ میں دھک سے رہ گیا... جیسے ناول میں کردار دھک سے رہ جاتے ہیں... ہوا یوں کہ لاہور سے ماہنامہ آنکھ مچولی شروع ہوا... آنکھ مچولی کے مدیر نعیم احمد بلوچ صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان کے ماہنامہ کا اشتہار اپنے ناولوں میں لگاؤں، وہ میرے ناولوں کا آنکھ مچولی میں لگائیں گے۔

آنکھ مچولی میں میرا اشتہار لگا تو گوجرہ سے ایک قاری بشارت صاحب نے فون کیا۔ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والے ناولوں کے اشتہار پر انہوں نے بہت حیرت ظاہر کی اور کہا کہ ہمیں تو ہمارے شہر کے بک اسٹال والے یہ بتا رہے ہیں کہ اشتیاق احمد نے اب ناول لکھنا بند کر دیے ہیں... وہ اب ناول نہیں لکھتے... وغیرہ... اور یہ کہ یہ بتانے والے بک اسٹال مالکان بھائی ہیں...

اس طرح کے اور بھی خطوط آئے کہ بک اسٹال مالکان نے ان قاری کو یہ بتا رکھا تھا کہ اشتیاق احمد نے ناول لکھنا بند کر دیے ہیں...

حیرت اور افسوس کا مقام ہے... لوگ کس قدر بے پر کی اڑاتے ہیں۔ اللہ کی مہربانی سے جب سے ادارہ شروع ہوا ہے... کبھی ایک ماہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ ناول شائع نہ ہوئے ہوں...

خیر یہ اچھا ہوا... ماہنامہ رسائل میں اشتہار شائع ہونے لگے ہیں... تو ناول میں بھی اشتہار لگا کرے گا... ادھر ماہنامہ تعلیم و تربیت سے ملا... اس ماہ سے یا آئندہ ماہ سے میرا قسط وار ناول "کوٹھے میں لاش" شائع ہو گا۔ اطلاعاً عرض ہے۔

والسلام
اشتیاق احمد

ہیلو...

"ہیلو! جیل سے چھوٹ کر آئے ہو...."
وہ بری طرح اچھلا... مڑ کر دیکھا تو ایک خوش شکل لمبے قد
کا آدمی اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا:
"آپ کو کیسے پتا؟"
"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے.. تم صرف ایک ڈبل روٹی چرانے
کے الزام میں پکڑے گئے تھے... پھر پولیس نے تم پر اور کئی چوریاں
ڈال دیں... اور تم تین سال کے لیے جیل چلے گئے... اب تمہیں
کوئی ملازمت نہیں مل رہی... تم در در دھکے کھا رہے ہو۔"
"ہاں! یہی بات ہے... ہر کوئی پوچھتا ہے... آج سے پہلے
کہاں کام کرتے رہے... ان کا سرٹیفکیٹ لاؤ... کیا اس کا چال چلن
اچھا ہے... ایمان دار ہے... وغیرہ... اب میں یہ کس سے لکھواؤں،
کیا جیل حکام سے... اور جیل حکام کا لکھا ہوا کوئی شریف آدمی کس
طرح قبول کر سکتا ہے۔"
"شوکی کرے گا۔" اس نے ہنس کر کہا۔
"شوکی... کون شوکی..."

ملازمت دینے کا بادشاہ۔"

"حد ہو گئی... کیا کہہ رہے ہو تم۔"

"آؤ میرے ساتھ، ملازمت ملے گی... تمہارے بچوں کو پیٹ بھر روٹی ملے گی... تین سال بے چاروں نے کس طرح کاٹے.. اب تو انہیں سکون کا سانس لینے دو۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... اندھا کیا چاہے... دو آنکھیں... کیا آپ کا نام شوگی ہے۔"

"ارے نہیں... میں تو اس کا چمچہ ہوں۔"

"آپ انسان ہو کر خود کو ایک دوسرے انسان کا چمچہ کہہ رہے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میں کیا... اور کئی چمچے بھی کڑچھے ہیں... اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ شوگی کے چمچے کڑچھے ہیں۔"

"وہ کون ہے؟"

"چل رہے ہو... تو دیکھ ہی لوگے۔"

"اچھی بات ہے... اب میں پیدل چل چل کر تھک گیا ہوں..."

"شوگی تمہیں موٹر سائیکل دے گا۔"

"کیا... موٹر سائیکل... لیکن مجھے تو موٹر سائیکل چلانا آتا ہی نہیں... ہاں سائیکل چلا لیتا ہوں۔"

"چلو تم سائیکل لے لینا... شوگی کو کوئی اعتراض نہیں ہو

گا... لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"ایک ماہ کے اندر موٹر سائیکل چلانا سیکھنا ہو گی... ورنہ اس کام پر نہیں رہ سکو گے۔"

"سیکھنے کے لیے موٹر سائیکل کہاں سے لاؤں گا۔"

"بھئی شوگی دے گا... اتنے سوال نہ کرو۔" اس نے پہلی بار منہ بنایا۔

اس نے چپ سادھ لی... اندھا کیا چاہے... دو آنکھیں اور بھوکا کیا چاہے... دو روٹی۔

جلد ہی دونوں ایک بڑی عمارت کے سامنے پہنچ گئے... اس کے دروازے پر ایک مسلح پہرے دار کھڑا تھا لیکن لمبے آدمی کو دیکھ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا:

"کیا حال ہے چوچو۔" لمبا آدمی ہنسا۔

"فسٹ کلاس استاد... آپ کی دعا ہے۔"

"لیکن میں نے تو تمہارے لیے کوئی دعا نہیں کی۔"

"پھر بھی آپ کی دعا ہے استاد..." چوچو ہنسا۔

"کہاں جاؤ... یونہی میرا مذاق اڑاتے رہتے ہو تم۔"

"نن نہیں استاد... چوچو کی کیا مجال کہ اپنے استاد کا مذاق اڑائے... آپ ہی تو تھے جو مجھے ہاتھ پکڑ کر یہاں لائے تھے... اس سے پہلے میں در در بھٹک رہا تھا... کوئی سو روپے کی مزدوری دینے

کے لیے تیار نہیں تھا... کوئی اپنی دکان پر ملازم رکھنے کو تیار نہیں تھا.. ایسے میں آپ نے ہاتھ پکڑا تھا آج شاید اس خوش قسمت کا ہاتھ پکڑ کر لائے ہیں۔"

"ہاں بھئی... اپنا تو بس کام ہی یہی ہے۔" استاد نے سرد آہ بھری۔

"استاد شامن... آپ یہ سرد آہ نہ بھرا کریں۔"

"تم نہیں جانتے چوچو۔" اس نے ایک اور سرد آہ بھری۔

"اور میں کیا نہیں جانتا۔" چوچو بولا۔

"یہ کہ میں بھی ایک روز ایک چھوٹی سی چوری کرنے کے جرم میں پکڑا گیا تھا... جب جیل سے نکلا تو کوئی ملازمت دینے کو تیار نہیں تھا... در در بھٹک رہا تھا... تب باس نے میرا ہاتھ پکڑا تھا... مجھے پکڑ کر وہ یہاں لایا تھا اور کام دیا تھا... اسی لیے میرے منہ سے وہ دن یاد آنے پر سرد آہ نکل جاتی ہے۔"

"اوہ اچھا کیا... جائیے... باس آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

"خیریت..."

"پتا نہیں... یہ تو آپ جانیں... اپنا کام تو دروازے تک ہے... اور میرا اصول یہی ہے... کہ صرف اپنا کام کرتا ہے... کسی دوسرے کا کام نہیں کرتا... نہ یہ دیکھتا ہے کہ دوسرا کیا کر رہا ہے... اس کے ذمے کیا کام لگایا گیا ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے چوچو... اچھا... آؤ میاں صادر آؤ۔"

"یہ... یہ کیا... آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔"

استاد کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... گھبرا کر بولا۔

"تم نے ایک دکان پر رک کر دکان دار سے باتیں کی تھیں، میں نے وہ باتیں سن لی تھیں۔"

"اوہ... تو آپ میرے ساتھ پھر رہے تھے۔"

"ہاں! میرا کام یہی ہے۔"

"آخر یہ آپ کے باس کرتے کیا ہیں۔"

"بہت بڑے آدمی ہیں... بہت بڑا کاروبار ہے ان کا... تم جیسے لوگوں کو ملازمت دے کر بہت خوش ہوتے ہیں۔"

"اوہ... بہت خوب..."

اب وہ اندر ایک طویل راہداری طے کر رہے تھے... جس کے دونوں طرف کمرے تھے... اس کے آخر میں سامنے والے کمرے پر ایک مسلح آدمی کھڑا نظر آیا۔

"آؤ استاد۔"

"باس کو بتاؤ... استاد آیا ہے۔"

"ساتھ میں ایک مرغا لایا ہے۔" دروازے پر کھڑے پہرے دار نے کہا۔

"نہیں... یہ صادر بھائی ہیں..." استاد نے اسے گھورا۔

"ہوا تو مرغا۔"

"نہیں... یہ صادر بھائی ہیں... کتنی بار کہا ہے... میرے

ساتھ آنے والوں کو مرغا نہ کہا کرو۔"

"کیا فرق پڑتا ہے... ایک دو دن میں ہو جاتی ہے جان پہچان... وہ مرغا ہے... یا پھر شیر... قربانی کے مرغے... قربانی کے بکرے۔"

"حد ہو گئی... کیا قربانی کے بکرے بھی ہوتے ہیں۔"

"پتا نہیں... آپ کو زیادہ پتا ہے... اس لیے تو آپ استاد ہیں... میرے استاد۔"

"اوہ اچھا خیر... آؤ... یار۔"

اس نے صابر بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا تھا... ادھر اب صابر کا دل دھک دھک کر رہا تھا... ایک بار تو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ ہی لیا اور بولا:

"نہیں نہیں... اب میں خوف محسوس کر رہا ہوں... میں اندر نہیں جاؤں گا۔"

"دیکھا... بے چارہ ڈر گیا... آؤ... یہ تو یونہی مذاق کرتا رہتا ہے... باس سے اس کی شکایت لگاؤں گا آج۔"

"نن نہیں... نہیں... استاد... باس تو میرا نکال دے گا کچومر۔"

"اچھا ہی تو ہو گا... اگر تمہارا کچومر نکل گیا... ہر وقت زز تو نہیں کرو گے۔"

پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑے اندر کمرے میں لے گیا... اندر ایک شاندار دفتر سجا ہوا تھا... ایک بہت بڑی بھاری میز کے دوسری

طرف ایک بھاری بھرکم آدمی موٹا سا سگار انگلیوں میں دبائے... ایک فائل میں گم تھا۔

"باس! یہ صابر بھائی ہے۔"

"تو اسے چاہیے... صبر کرے۔"

"اس کی بیوی کا نام صابرہ ہے۔" استاد بولا۔

"اسے بھی صبر کرنا ہو گا۔" باس بولا۔

"اس کے تین بچے ہیں..."

"اب مزید صبر کرے۔"

"یہ جیل سے چھوٹ کر آیا ہے۔"

"ہائیں... کیا کہا... جیل سے... تب تم اسے میرے پاس کیوں لائے... تم سے کتنی بار کہا ہے کہ میرے پاس سزا یافتہ لوگ نہ لایا کرو... لیکن تم ہر بار سزا یافتہ آدمی پکڑ کر لے آتے ہو... جاؤ... لگا دو اسے کام پر... ایک ہفتے بعد اس کی ٹرائی لوں گا... اگر یہ کامیاب ہو گیا تو ملازمت پکی... ورنہ باہر۔"

عین اسی لمحے ایک غنڈہ صورت آدمی اندر داخل ہوا۔

"باس! میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"الو کا پٹھا... بے وقوف کی اولاد... دیکھتے نہیں... بات کر رہا ہوں... استاد تم اسے لے جاؤ... میں اس گدھے سے بات کرتا ہوں۔"

"اچھا باس... خوش رہیں... اس غریب کو بھی آپ نے

ملازمت دے دی۔"

"ہاں یار... جاؤ... اسے سمجھا دینا... شوق سے کام کرے گا تو روز بروز ترقی ملے گی... فی الحال... پانچ ہزار روپے ماہوار۔"

"پپ پانچ ہزار روپے۔" وہ دھک سے رہ گیا... یہ تنخواہ اس کے لیے بہت بڑی تھی... اس لیے کہ ایک ہزار روپے ماہوار کی کوئی ملازمت نہیں مل رہی تھی اور یہ بیٹھے بٹھائے پانچ ہزار کی مل گئی تھی.. اور اسے کیا چاہیے تھا۔

"ہاں فی الحال پانچ ہزار... اگر کم ہیں تو فکر نہ کرو... ایک ماہ بعد کام کا جائزہ لے کر اور بڑھا دی جائے گی... اب آؤ... باس کو اس الو کے پٹھے سے بات کرنا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے استاد ہنسا...

"استاد... تم مجھے الو کا پٹھا نہیں کہہ سکتے... یہ حق یہاں صرف باس کو ہے..."

"ہاں! استاد... یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

"اچھا... اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں..." استاد نے منہ بنایا۔

پھر باہر نکل آیا... اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا...

"آؤ چوچو... کیا حال ہے۔" باس ہنسا۔

"آپ ہنس کس لیے رہے ہیں۔"

"آج رات تم سیٹھ گردلور کو ختم کر دو گے... اگر ایسا نہ کر سکے... تو ملازمت سے فارغ... سن لیا الو کے پٹھے۔"

"یس باس... سیٹھ گردلور کل کا سورج نہیں دیکھ سکے گا... آپ بے فکر رہیں۔"

اندر سے آنے والی یہ آواز سن کر وہ سکتے میں آ گیا... آوازیں اس قدر آہستہ تھیں... کہ استاد اور چوچو بالکل نہیں سن سکے... لیکن اس کے کان اس قدر تیز تھے کہ آہستہ ترین آواز بھی سن لیتا تھا... اسی لیے تو دروازہ بند ہوتے ہوئے اور آوازیں آہستہ ہوتے ہوئے بھی اس نے بالکل صاف سن لیں۔"

اس کا دماغ گھوم گیا... پھر استاد اسے عمارت سے باہر لے آیا... اور ایک کمرے میں لے گیا... وہاں ایک اور غنڈہ صورت آدمی بیٹھا تھا۔

"دھاگے... اسے موٹر سائیکل چلانا سکھانا ہے... اور دوسرے کام بھی... سنا تم نے۔"

"ہاں استاد... کیوں نہیں... ایک ہفتے میں ماہر کر دوں گا... سائیکل چلانا آتا ہے بابو۔" دھاگے نے کہا... وہ بہت دبلا پتلا تھا۔ شاید اس لیے اسے دھاگا کہتے تھے وہاں۔

"میرا نام صابر ہے... بابو نہیں۔"

"اوہ... اوہ... ہاں ٹھیک ہے بابو۔" دھاگا ہنسا... استاد بھی ہنسا... پھر استاد باہر نکل آیا۔

"تم یہاں ٹھہرو... میں ذرا پیشاب کر آؤں... ایک تو یہ پیشاب کی بیماری میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہے۔"

"جی اچھا" اس نے کہا۔

وہ اٹھ کر اندر کی طرف چلا گیا... ادھر اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا... وہ جان گیا تھا... یہ لوگ کرائے کے قاتل ہیں... اچانک وہ اٹھا اور کمرے سے نکل آیا... برآمدے میں کوئی نہیں تھا... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... بیرونی دروازے کی طرف لپکا... اور باہر نکل آیا... وہاں پہرے دار موجود تھا... اس نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... ویسے بھی وہ اس وقت اونگھ رہا تھا۔ وہ لپکتا چلا گیا، اور پھر تو وہ اس قدر تیز تیز قدم اٹھانے لگا... کہ جیسے دوڑ رہا ہو... اگر اسے لوگوں کے گھورنے کا خیال نہ ہوتا تو دوڑ ہی پڑتا... وہ ایک پڑھا لکھا آدمی تھا... ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے اور بچوں کے بھوکا ہونے کی وجہ سے ڈبل روٹی چرا بیٹھا تھا... اور اسے زبردستی جیل بھیج دیا گیا تھا... اس کے ذمے اور کئی چوریاں ڈال کر... لیکن وہ اندر سے اب بھی صاف ستھرا تھا... جرائم سے اسے نفرت تھی...

پھر وہ کئی گلیاں مڑ گیا... وہ اس عمارت سے دور ہو جانا چاہتا تھا... اچانک اسے یاد آیا... باس کے کمرے میں داخل ہونے والے شخص کو سیٹھ گرداور کے قتل کا حکم ملا تھا... اور اتفاق کی بات کہ ایک دن پہلے ہی اس نے ملازمت کیلئے سیٹھ گرداور کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ لیکن سیٹھ گرداور نے اسے نفرت زدہ انداز میں باہر نکلوا دیا تھا۔

اب اس کے قدم سیٹھ گرداور کی طرف اٹھ رہے تھے۔

☆...☆...☆

...نوعدد

"تت... تم پھر آ گئے... نکل جاؤ... پہلے ہی سیٹھ صاحب کا بہت دماغ چاٹ چکے ہو... تمہارے لیے یہاں کوئی ملازمت نہیں ہے... جیل سے آئے ہوئے لوگوں کو سیٹھ صاحب ملازمت دینا بالکل پسند نہیں کرتے... ورنہ وہ اپنی مل میں ملازم رکھتے ہی رہتے ہیں۔" سیٹھ گرداور کے دفتر کے باہر موجود استقبالیہ کلرک نے جھلائے انداز میں کہا۔

"میں اس وقت ملازمت کے لیے نہیں آیا۔" صابر بھائی نے کہا۔

"پھر کیا بھاڑ جھونکنے کے لیے آئے ہو۔"

"میرے پاس ان کے لیے ایک اطلاع ہے... خوفناک اطلاع۔"

"یار جاؤ... کیا ڈراما کر رہے ہو۔"

"مجھے اندر جانے دو... سیٹھ صاحب کی زندگی کو خطرہ ہے... اور یہ بات میں کسی لالچ کے تحت نہیں کہہ رہا۔"

"کک... کیا مطلب... کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"میں ایک جگہ ملازمت کے سلسلے میں گیا تھا... وہاں میں نے کسی کو وہی آواز میں حکم دیتے سنا ہے... آج رات سیٹھ گرداور کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔"

"نن نہیں۔" کلرک کے چہرے پر خوف دوڑ گیا۔

پھر اس نے اٹھ کر اس کی کلائی پکڑی اور چلا اندر کی طرف... جونہی وہ اندر داخل ہوئے سیٹھ گرداور اپنی شاہی کرسی پر اچھل پڑا اور جھلا کر بولا:

"یہ پھر آگیا... میرا دماغ چاٹنے کے لیے... میں سزا یافتہ لوگوں کو ملازم نہیں رکھتا۔"

"سر... اس کے پاس ایک اطلاع ہے... آپ کے لیے اور میرا خیال ہے... آپ وہ خبر سن لیں... کیونکہ آپ پر پہلے بھی دو بار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے... لہٰذا اس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی... اور پھر یہ اس اطلاع کے لیے آپ سے کچھ مانگ نہیں رہا... یہ تو انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہے۔"

"کک... کیا مطلب؟" سیٹھ گرداور چونکا۔

"میں ایک جگہ ملازمت کے لیے گیا تھا... وہاں موجود باس نے مجھے ملازمت دے دی... جو آدمی مجھے ساتھ لے کر گیا تھا... وہ مجھے لے باہر نکلا... اس وقت باس کے کمرے میں ایک اور آدمی داخل ہوا تھا... اس نے دروازہ بند کر دیا... ادھر وہ آدمی جو مجھے ساتھ لے گیا تھا... دروازے پر رک کر پہرے دار سے ادھر ادھر

کی باتیں کرنے کے لیے رک گیا... ایسے میں اندر اس باس کو کہتے سنا، آج رات سیٹھ گرداور کو ہر حال میں ختم کر دو۔"

"نن نہیں..."

اور یہ ختم سننے کے بعد میں نے وہاں سے بھاگ نکلنے کی کی... جونہی وہ لوگ میری طرف سے ذرا بے خبر ہوئے... میں نکل آیا... اور سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں... اور اب میں اجازت چاہوں گا۔"

"ایک منٹ... ابھی کیا جلدی ہے... اس طرح ہمیں کیا پتا چلے گا... وہ کون لوگ ہیں... کہاں رہتے ہیں... میں پولیس کو فون کرتا ہوں... پولیس ابھی یہاں آجائے گی... تم ان کے ساتھ جا کر وہ جگہ دکھاؤ، تب تمہارا کام پورا ہوگا... ورنہ یہ خبر دینے کا کیا فائدہ۔"

"اچھی بات ہے... لیکن اس طرح میں ان کی نظروں میں آجاؤں گا۔"

"تم پولیس کی گاڑی کے اندر رہنا... وہ لوگ تمہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"جی اچھا... بلائیں پھر پولیس کو۔"

سیٹھ گرداور نے فوراً پولیس کو فون کیا... ایک پولیس انسپکٹر اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا... اس نے اس کی کہانی غور سے سنی... پھر اکھڑ انداز میں بولا:

"دیکھو مسٹر.. اگر یہ انعام حاصل کرنے کی کوئی سکیم ہے تو ابھی بتا دو... ورنہ ہمارا وقت ضائع ہوا تو میں تمہیں اندر کر دوں گا۔"

وہ گھبرا گیا... پھر اس نے کانپ کر کہا:

"مجھے کسی سے کوئی انعام نہیں لینا... جو سنا تھا... بتا دیا۔"

"اچھا آؤ... ہمیں وہ عمارت دکھاؤ... اس عمارت تک جانے کا راستا تو آتا ہے نا۔"

"ہاں بالکل... میں اس شہر میں پلا بڑھا ہوں۔"

"اور جیل کاٹ کر آئے ہو۔"

"ہاں! میں نے ایک ڈبل روٹی چرائی تھی... میرا چھوٹا بچہ بھوکا تھا۔"

"پولیس نے تم سے کچھ اور چوریاں بھی اگلوائی تھیں۔" انسپکٹر نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہیں جناب۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"تین سال پہلے تمہیں میں تھانے میں پکڑ کر لایا تھا... میں اس وقت وہیں حوالدار لگا ہوا تھا تمہاری مرمت کرنے والوں میں، میں بھی تھا... تم نے دراصل میرے چہرے کی طرف غور سے نہیں دیکھا۔"

"اوہ اوہ... تب تو آپ کو معلوم ہے... میں نے صرف ایک ڈبل روٹی چرائی تھی... باقی چوریاں میں نے نہیں کی تھیں۔"

"بھائی... ہر چور یہی کہتا ہے... اب جو تم بیٹھ گرد ور کے س آئے ہو... تو یہ بھی کوئی چکر ہے..."

"نہیں... میں نے واقعی یہ بات سنی ہے۔"

"خیر خیر... ابھی تصدیق ہو جاتی ہے۔"

آخر وہ پولیس جیپ میں اس عمارت تک پہنچے... اچانک صاعد ایک زوردار جھٹکا لگا... کیونکہ عمارت کی پیشانی پر اب تعلیم بالغاں ورڈ لگا ہوا تھا... یعنی اس جگہ بالغوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔

"یہ ہے وہ عمارت۔" انسپکٹر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی ہے..." اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"لیکن یہ تو بالغوں کا سکول ہے... جو لوگ پڑھنے لکھنے سے جاتے ہیں... وہ یہاں آکر اپنے فارغ اوقات میں تعلیم حاصل تے ہیں لہٰذا اس حساب سے یہ تو بہت اچھا ادارہ ہے... اس کی ی بھی تعریف کی جائے... کم ہے۔"

"لیکن جب مجھے یہاں لایا گیا تھا... اس وقت یہ بورڈ یہاں ں لگا ہوا تھا۔"

"خیر... اندر چلتے ہیں۔"

وہ اندر داخل ہوئے... ہر کمرے میں انہیں بالغ لوگ تعلیم صل کرتے نظر آئے... جس کمرے میں اس کی ملاقات باس سے ئی تھی... اس کمرے میں بھی ایک ماسٹر بڑی عمر کے لوگوں کو ارہے تھے... اور وہاں ان شکل و صورتوں والے آدمی بھی نظر

نہیں آئے... جن سے اس کی ملاقات ہوئی تھی... نہ چوہدری تھا
نہ دھاگا... نہ استاد... نہ باس... اس کا سر چکرا گیا... زمین گھومتی
محسوس ہوئی۔

"یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

"میں نے کہا تھا... تم نے ہمارا وقت ضائع کیا تو..."

"نن نہیں... میں نے جھوٹ نہیں بولا... آخر مجھے
ضرورت تھی جھوٹ بولنے کی... آپ خود سوچیں۔" اس نے گھبرا
کر کہا۔

"سوچیں گے.. ضرور سوچیں گے.. لیکن یہاں نہیں.. تھانے
چل کر.. اور تمہیں بھی سوچنے پر مجبور کریں گے.. آؤ چلیں۔"

وہ اسے جیپ میں بٹھا کر تھانے لے آئے... اب وہ بری
طرح کانپ رہا تھا... تین سال پہلے کی مار پیٹ اسے بری طرح یاد
آ رہی تھی...

"ذرا اسے لٹانا بھئی۔" تھانے دار نے اپنے ماتحتوں سے
کہا۔

"او کے سر... ضرور... کیوں نہیں... آجاؤ چو..."

وہ چیخنے لگا... چلانے لگا... لیکن اس کی کسی نے نہ سنی... اس
کے کپڑے اتار دیے گئے... فرش پر منہ کے بل لٹا دیا گیا... اور پھر
اس کی کمر پر چمڑے کا تیل میں بھگویا ہوا چھتر تڑ تڑ پڑنے لگا... وہ
چیخ کر تھک گیا... اس کا حلق خشک ہو گیا... یہاں تک کہ وہ بے ہوش

ہو گیا...

اسے ہوش آیا تو وہ ایک سڑک کے کنارے پڑا تھا... اس
نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ جیل یا حوالات میں نہیں تھا... انہوں نے
اتنا تو کیا تھا کہ اسے جیل میں نہیں ٹھونسا تھا... وہ گرتا پڑتا گھر پہنچا...
اس کے بیوی بچے بہت پریشان تھے... کیونکہ وہ تمام رات غائب رہا
تھا...

"آپ... کہاں رہ گئے تھے..."

"میں بس... کیا بتاؤں... ایک جگہ پھنس گیا تھا۔"

"گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے... رات بچے بھوکے
سوئے ہیں۔"

"تم لوگ تو بھوکے سو گئے تھے... میں تو بھوکا بے ہوش
ہو گیا تھا۔"

"ارے! یہ آپ کی کیا حالت ہے۔"

اس کے بچے بھی اس کے گرد جمع ہو گئے... اس نے اپنی
کہانی سنائی... پھر وہ مل کر رونے لگے۔ ایسے میں کسی نے دروازے پر
دستک دی... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"میں دیکھتا ہوں۔"

"نہیں... آپ نہیں.. آپ زخمی ہیں.. میں دیکھتی ہوں۔"

اس کی بیوی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ باہر سے ایک
خوفناک آواز سنائی دی:

"خبردار... دروازہ کھول دو، ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

وہ لرز گئے... اس نے مارے خوف کے کہا:

"ایک منٹ... میں دیکھتا ہوں۔"

دروازے پر پہنچ کر اس نے جھری سے آنکھ لگا دی... دوسرے ہی لمحے اس کا رنگ اڑ گیا... باہر استاد، چوچو اور دھا کھڑے تھے... ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا... وہ کانپ کر پیچھے ہٹ آیا...

"یہ... یہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔"

"اب... اب ہم کیا کریں۔"

"چھت... ابا جان چھت پر... ہم ساتھ والے مکان کی چھت پر اتر سکتے ہیں... ان کا دروازہ دوسری طرف کھلتا ہے... وہ ہمیں نکل جانے دیں گے۔" اس کا لڑکا بولا۔

"اوہ ہاں۔"

وہ جلدی جلدی اوپر چڑھنے لگے... ادھر دروازے پر بدستور دستک ہو رہی تھی۔ چھت سے چھت پر پہنچ کر وہ نیچے اترے... اس گھر میں بھی ایک غریب آدمی رہتا تھا اور انہیں اچھی طرح جانتا تھا... انہیں اپنی سیڑھیاں اترتے دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

"کیا مطلب... یہ کون سا راستہ ہے۔"

"ادھر ہمیں کچھ لوگ ہلاک کرنا چاہتے ہیں... پتا نہیں کون ہیں... آپ ذرا ہمیں اس طرف سے باہر نکل جانے دیں۔"

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے۔"

وہ خوش ہو گئے کہ پڑوسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا... انہوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے باہر نکل آئے... سڑک عبور کر کے وہ ایک گلی میں داخل ہو گئے۔

"آخر ہم کہاں جائیں گے۔" اس کی بیوی پریشان ہو کر بولی۔

"فی الحال تو ہمیں ان لوگوں سے دور ہونا ہے... وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوں گے... پھر پڑوسی کے گھر تک پہنچیں گے... اس کے بعد اس طرف آئیں گے... لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ ہم یہاں سے دور کہیں پہنچ جائیں۔"

"کیا وہ دن کے وقت دروازہ توڑ دیں گے۔" لڑکے نے حیران ہو کر کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا... لیکن ہمارے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے... اور ہم یوں بھی بھوکے ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"اب ہمیں یہ سڑک عبور کرنا ہو گی... پھر ہم گلیوں گلیوں اس جگہ سے بہت دور نکل سکیں گے۔"

"چلو پھر..."

وہ سڑک عبور کرنے لگے... ایسے میں ایک کار کے ہارن نے انہیں چونکا دیا... انہوں نے چونک کر کار کی طرف دیکھا... کار

والا انہیں غور سے دیکھ رہا تھا... دراصل کار والے نے انہیں راستا
دینے کے لیے کار روکی تھی جب کہ دوسرے کاروں والے کسی کو
گزرنے کا موقع دیے بغیر خود گزرنے کی کوشش کر رہے تھے...
انہوں نے سوچا... یہ آدمی کتنا اچھا ہے... اس نے اپنی کار روک لی...
تاکہ ہم لوگ گزر جائیں... ایسے میں کار کا دروازہ کھلا اور کار والے کی
آواز سنائی دی:

"میری کار میں بیٹھ جائیں... جلدی کریں... کچھ خونی قسم
کے لوگ آپ کی طرف دوڑ لگا چکے ہیں۔"

"جی نہیں۔" وہ مارے خوف کے چلائے۔

"جلدی کریں... ورنہ مجھے ان لوگوں کو نشانہ بنانا پڑے
گا۔"

وہ تھر تھر کانپتے کار میں بیٹھ گئے... ساتھ ہی کار کا دروازہ
بند ہو گیا اور کار بلا کی رفتار سے آگے بڑھ گئی... اب انہوں نے استاد
وغیرہ کو کار کے پیچھے دوڑتے دیکھا... وہ بے تحاشہ دوڑ رہے تھے...
لیکن کار کی رفتار ان کی رفتار سے بہت زیادہ ہو چکی تھی لہٰذا درمیانی
راستہ بڑھتا چلا گیا۔

"کون ہیں یہ لوگ۔" انہوں نے کار والے کی آواز سنی۔

"بلاوجہ ہمارے دشمن بن گئے۔" اس نے کہا۔

"بلاوجہ کوئی کسی کا دشمن نہیں بنتا... کوئی نہ کوئی بات تو
ضرور ہو گی۔"

"جی... جی ہاں... بات تو خیر ہے۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"تو پھر بتائیں... کیا بات ہے... شاید میں آپ کی مدد کر
سکوں۔"

"آپ کی یہ مدد بھی کچھ کم نہیں... جو آپ نے ہمیں کار
روک کر بٹھا لیا... آج کے دور میں کون اتنا بھی کرتا ہے... ان سے
کہیں دور اتار دیں ہمیں۔"

"یہ آپ لوگوں کا پیچھا شاید ہی چھوڑیں... میرا مطلب
ہے... آپ لوگوں کو تلاش کر لیں گے۔"

"اوہ ہاں! شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں... تلاش کرتے ہوئے
یہ گھر تک بھی آ پہنچے تھے... ہم ایک پڑوسی کی چھت پر اتر کر وہاں سے
نکل آئے... لیکن ان لوگوں نے پھر ہمیں آ لیا۔"

"جس طرح یہ لوگ آ رہے تھے... میں نے اسی سے اندازہ
لگا لیا تھا کہ یہ لوگ حد درجے خطرناک ہیں اور آپ لوگ شدید
خطرے میں ہیں... اور اب ایک اور سنیے... وہ لوگ ایک بڑی گاڑی
میں ہمارے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ہیں، گویا اس وقت بھی
ان کا ارادہ ہمیں چھوڑنے کا نہیں ہے۔"

"جی نہیں... نہیں۔" صابر بھائی لگے کانپنے۔

"آپ ذرا جلدی سے مجھے بات بتا دیں..."

"میں ایک ڈبل روٹی چرانے کی سزا بھگت رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

اس نے ساری تفصیل سنا دی... کار والا غور سے سنتا رہا...
پھر اس کے خاموش ہونے پر بولا:

"گویا ایک تو انہیں اس بات پر غصہ ہے کہ آپ ان کے جال سے نکل کیوں آئے... اور دوسرا غصہ یہ ہے کہ آپ نے سیٹھ گرداور کو ان سے کیوں بچا لیا... اب سیٹھ گرداور کے قتل کے لیے انہوں نے جو رقم وصول کی ہے... وہ انہیں واپس کرنا پڑے گی۔"

"لل... لیکن اس میں میرا کیا قصور۔"

"قصور بے شک کوئی نہیں... لیکن ان کا منصوبہ تو آپ کی وجہ سے ناکام ہو گیا... اوہو... یہ لوگ نزدیک آ گئے... کیا یہ ہمیں شہر میں روک لیں گے۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی... وہ چونک اٹھا اور رفتار ایک دم بڑھا دی...

جلدی ہی وہ شہر سے باہر جانے والے راستے پر آ گئے۔

"یہ... یہ کیا... آپ تو سنسان جگہ پر آ گئے... اب تو یہ بہت آسانی سے ہمیں گھیر لیں گے۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب... کیا چاہتے ہیں آپ... یہ کہ یہ ہمیں گھیر لیں۔"

"ہاں! اور کیا... چھپ چھپ کر کب تک جی سکیں گے ہم، بہادرانہ انداز میں مقابلہ کیوں نہ کریں۔"

"شاید آپ نے غور نہیں کیا... وہ تعداد میں کئی ہیں... پانچ

تو ضرور ہوں گے... جب کہ آپ اکیلے ہیں... ان لوگوں کو ویسے بھی لڑنے مرنے کا تجربہ ہے۔"

"دیکھا جائے گا... جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔" کار والے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

پھر اچانک اس نے کار روک دی...

"یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... کار کیوں روک لی... اب تو وہ آسانی سے ہمیں پکڑ لیں گے۔"

"یہی میں چاہتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب... کیا چاہتے ہیں آپ۔"

"یہ کہ یہ آپ تک آسانی سے پہنچ جائیں۔"

"نن نہیں... نہیں... تو آپ بھی ان کے ساتھی ہیں... اف... مارے گئے پھر تو... خدا کے لیے ہم پر رحم کریں۔" حامد بھائی رو دیا۔

"آپ غلط سمجھے... میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں" کار والا بولا۔

"پھر آپ نے کار کیوں روکی۔"

"تاکہ ان لوگوں سے معاملے کی بات طے کی جا سکے اور یہ بھی پتا چل جائے کہ آپ کا بیان کس حد تک درست ہے۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ کہیں میں نے جھوٹ نہ بولا ہو۔"

"نہیں... میں یہ نہیں کہتا..."

اسی وقت غنڈوں کی گاڑی نزدیک آ کر رک گئی... اور وہ جلدی جلدی اترنے لگے۔

انہوں نے گنا... وہ کل نو تھے... اور ان سب کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

☆...☆...☆

عورت...

پستول دیکھ کر صابر بھائی اور اس کے بیوی بچے تھر تھر کانپنے لگے...

"یہ... یہ آپ نے کیا غلطی کی... مروا دیا ہمیں۔"

"فکر نہ کریں... اگر آپ کی زندگی ہے تو یہ لوگ آپ کو ہرگز نہیں مار سکتے۔" وہ مسکرائے۔

"اتنے لوگوں کی موجودگی میں، وہ بھی پستولوں سمیت... آپ ہمارے لیے بھلا کیا کر سکتے ہیں۔" صابر بولا۔

"ایک منٹ... مجھے ان سے بات کرنے دیں... آپ گاڑی میں ٹھہریں۔"

یہ کہہ کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا...

"یہ تم نے اچھا کیا... آسانی سے گولی کھا سکو گے۔"

"یہ چکر کیا ہے... تم لوگ ان غریبوں کو کیوں مارنا چاہتے ہو۔"

"یہ... اس نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے... ہم اسے جان سے مارے بغیر نہیں رہیں گے۔" ایک بولا۔

"غداری... کیا مطلب؟"

"ہاں! غداری۔"

"آخر کیسے...؟" وہ بولے۔

"تم سے مطلب... ہمیں اب تم پر بھی گولی ضائع کرنا پڑے گی۔" دوسرا بولا۔

"کوئی بات نہیں... گولی کے بدلے میں یہ کام لیں گے اس کی۔"

"ہوں... اچھا... خیر... اس بے چارے کی کہانی کیا ہے... اس کا کہنا ہے... یہ ایک ڈبل روٹی چرانے کے الزام میں جیل چلا گیا تھا، جیل سے نکلا تو تم لوگوں میں سے ایک اسے اپنے ساتھ ایک عمارت میں لے گیا... وہاں تم لوگوں کا باس تھا... جو آدمی ساتھ لے کر گیا، استاد کہلاتا تھا... باس نے اسے ملازم رکھ لینے کی بات کی... باس کا ایک آدمی اسے ساتھ لے کر باہر نکلا اور باہر موجود پہرے دار سے بات کرنے کے لیے رک گیا... اس وقت اندر باس نے ایک غنڈے سے کہا۔ آج رات سیٹھ گرداور کو ہر حال میں قتل کر دو... یہ الفاظ اس نے سن لیے... اس لیے کہ اس کے کان بہت تیز ہیں... بس یہ وہاں سے موقع پاتے ہی بھاگ نکلا... اسے سیٹھ گرداور کا پتا معلوم تھا... یہ وہاں نوکری کے سلسلے میں گیا تھا... اگرچہ اس نے اس بے چارے سے بہت بد سلوک کیا تھا... لیکن اس نے پھر بھی اسے جا کر بتایا کہ آج رات اس پر حملہ ہو گا... سیٹھ نے پولیس کو بلا کر اسے اس

کے ساتھ اس عمارت پر چھاپہ مارنے کے لیے کہا... پولیس نے عمارت پر چھاپہ مارا... لیکن وہاں تعلیم بالغاں کا سکول نظر آیا... اب یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ یہ گھر پہنچا تو تم لوگ وہاں پہنچ گئے... غالباً اس وجہ سے کہ اس نے ایک تو غداری کی.. وہاں سے بھاگ کر، دوسرے سیٹھ گرداور کو بتا کر تمہارا کھیل خراب کیا... اس نے یہ کہانی سنائی ہے... کیا تم اس کی اس کہانی کی تصدیق کرتے ہو۔"

"ہاں! تصدیق کرتے ہیں... اس لیے اب تم سب چند گھڑیوں کے مہمان ہو... اور بھی کچھ پوچھنا ہو تو بے شک پوچھ لو۔"

"تمہارے باس کا کیا نام ہے۔"

"یہ کسی کو نہیں معلوم... وہ میک اپ میں ہوتا ہے... آج تک اس کی اصل شکل کسی نے نہیں دیکھی، نہ اصل آواز سنی۔"

"اور استاد کا نام کیا ہے۔"

"اس کا نام... استاد کا نام ہے سرتاج لنگڑا۔"

"شکریہ... اب ذرا میں اپنا تعارف کرا دوں... تاکہ تم بے خبری میں نہ مارے جاؤ..." ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"ارے واہ... یہ صاحب تو چھپے رستم نکلے... یہ بھی پستول چلانا جانتے ہیں... لیکن یہ بھول رہے ہیں... دو پستولوں کی موجودگی میں یہ کیا پستول چلائیں گے۔"

"چلانے کی نوبت نہیں آئے گی... مجھے انسپکٹر جمشید کہتے

ہیں۔"

"کک... کیا... نہیں۔" وہ لگے تھر تھر کانپنے۔

"اوہ... اوہ... یہ آپ ہیں۔" صادر کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا... اس نے بھی ان کا نام سن رکھا ہوگا... پھر اس نے حیران ہو کر کہا:

"لیکن اگر آپ انسپکٹر جمشید ہیں... تو ان لوگوں نے آپ کو پہچانا کیوں نہیں... غنڈے تو آپ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔"

"اس لیے کہ میں رات گشت کرتے ہوئے ریڈی میڈ میک اپ میں ہوتا ہوں... یہ لو... میں نے میک اپ اتار دیا۔" یہ کہہ کر انہوں نے نہ جانے کیا کیا کہ ان کی اصل صورت نظر آنے لگی۔

"یہ... یہ کیا... یہ تو واقعی انسپکٹر جمشید ہیں... بھاگو۔"

یہ کہہ کر وہ دم دبا کر بھاگ گئے.. اپنی کار بھی وہیں چھوڑے جا رہے تھے۔

"ارے بھئی... اپنی کار تو لے جاؤ۔"

انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں... بس بھاگنے سے کام رکھا...

"اچھا تو پھر یہ لو۔" یہ کہہ کر انہوں نے چند فائر کر دیے... ان کی ٹانگوں میں گولیاں لگیں... اور وہ گرتے نظر آئے... باقی لوگ رونین میں بھاگتے چلے گئے... آن کی آن میں میدان صاف تھا...

انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا... پھر اپنی کار اور ان کی کار کو سڑک سے اتار کر ایک طرف کر دیا... تین آدمی ان کی گولیاں

کھا کر گر گئے تھے... انہیں گھسیٹ کر ایک طرف لے آئے... پھر ان کی طرف مڑے:

"ابھی یہ لوگ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے... لہٰذا آپ کو محفوظ مقام پر رکھنا ہوگا... جب تک یہ سب گرفتار نہیں ہو جاتے... دوسرا مسئلہ سیٹھ گردلور کا ہے... انہیں کون شخص ہلاک کرانا چاہتا ہے... خیر وہ ہم دیکھ لیں گے، پہلے آپ کا مسئلہ۔"

پھر وہاں جلدی ہی اکرام پہنچ گیا... اس نے ان زخمیوں کو دیکھتے ہی کہا:

"یہ سب چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں سر... کئی بار کے سزا یافتہ۔"

"ٹھیک ہے اکرام... انہیں کمرہ امتحان میں لے چلو... ان سے ان کے باقی ساتھیوں کے نام پتے وغیرہ معلوم کرو اور یہ بھی کہ ان کا باس کون ہے.. اگرچہ میرا خیال ہے... یہ لوگ جانتے نہیں۔"

"میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں سر.. آپ فکر نہ کریں۔"

"میں ان لوگوں کو گھر لے جا رہا ہوں۔"

"جی ٹھیک ہے۔"

اب وہ کار میں بیٹھے اور انہیں گھر لے آئے...

"آئیں بھئی۔" انہوں نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

وہ کار سے باہر نکلے... ایسے میں ان کا ہاتھ صادر کے

گرفتار نہ ہو جائیں اور سیٹھ گردلور کا معاملہ صاف نہ ہو جائے... اس وقت تک ہم انہیں یہیں رکھیں... اس دوران میں صابر کی ملازمت کا انتظام بھی کر لوں گا... تاکہ یہ بے فکر ہو کر نئی زندگی شروع کر سکیں۔"

"اچھا پروگرام ہے... ہم پوری طرح اتفاق کرتے ہیں۔" بیگم جمشید بولیں۔

"لیکن خیال رہے... اس وقت تک اس گروہ کو یہ خبر مل چکی ہو گی کہ یہ لوگ ہماری پناہ میں آچکے ہیں... لہٰذا وہ یہاں بھی حملہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے... اور ہمیں کیس کے سلسلے میں ظاہر ہے... اِدھر اُدھر بھی جانا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں... آپ فکر نہ کریں۔"

"آؤ بھئی پھر ذرا... سیٹھ گردلور سے مل لیں۔"

"کیوں ابا جان۔" فاروق بولا۔

"یہ کیا کہا تم نے... کیوں ابا جان۔"

"ہاں میں نے یہی کہا ہے۔ لیکن کیوں ابا جان۔" وہ مسکرایا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہ کہ... آپ گردلور سے پہلے اس پولیس انسپکٹر سے کیوں ملاقات نہیں کرتے... جس نے صابر کو بری طرح پیٹ لیا... آخر وہ بھی بغیر کسی قصور کے۔"

"چلو... اگر تم پہلے یہ چاہتے ہو تو یونہی سہی... لیکن اس

کے لیے ہمیں اپنے ساتھ ایک اور صاحب کو لے جانا ہو گا۔"

"جی... میں سمجھا نہیں... آپ کے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔" وہ مسکرائے... پھر کسی کے نمبر ڈائل کیے اور بولے:

"السلام علیکم... جامی صاحب... آپ سے ایک ضروری کام ہے... اگر آپ کے پاس وقت ہے تو ذرا آجائیں۔"

"او کے... آرہا ہوں۔" جامی نے فوراً کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہی جامی وہاں پہنچ گئے... وہ شہر کے بہت مشہور وکیل تھے... انسپکٹر جمشید کے گہرے دوست تھے... انہوں نے صابر بھائی کی ساری کہانی انہیں تفصیل سے سنائی... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے:

"پھر آپ اب کیا چاہتے ہیں۔"

"آپ صابر بھائی کی طرف سے انسپکٹر خرم کے خلاف مقدمہ درج کرائیں... تھانے میں انہیں بلاوجہ مارا پیٹا گیا..."

"تب پھر پہلے ان کا ڈاکٹری معائنہ کرا لیتے ہیں۔" نصیر جامی بولے۔

"او ہاں بالکل ٹھیک۔"

اب صابر بھائی کو سول ہسپتال لے جایا گیا... ڈاکٹری رپورٹ حاصل کی گئی... اس کی رو سے صابر بھائی کو بہت بری طرح

مارا گیا تھا... زخم گہرے آئے تھے...

"یہ مقدمہ فوری نوعیت کا ہے... آپ مجسٹریٹ صاحب کے گھر جا کر مل لیں... اور ان کے دستخطوں سے انسپکٹر خرم کے نام چٹھی جاری کرا لیتے ہیں... کل ہی وہ عدالت میں حاضر ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں... میں یہ کام کرا لوں گا۔"

"شکریہ! مجھے فون پر بتا دیجیے گا۔" وہ مسکرا دیے۔

"ضرور کیوں نہیں۔" وکیل صاحب نے کہا اور اٹھ کر چلے گئے۔

"اب ہم پہلے سیٹھ گرداور سے ملاقات کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک ابا جان۔"

وہ اسی وقت وہاں پہنچ گئے... سیٹھ گرداور نے انھیں پریشان ہو کر دیکھا...

"فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ایک شخص نے کل آپ کو آکر بتایا تھا کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوگا..."

"اوہ ہاں! اس نے اپنا نام صابر بتایا تھا۔"

"آپ نے اس کی ساری بات سن کر پولیس انسپکٹر خرم کو بلایا تھا۔"

"جی... جی ہاں۔" وہ اور پریشان ہو گیا۔

"انسپکٹر اسے ساتھ لے کر اس عمارت تک پہنچا... لیکن

وہاں انھیں تعلیم بالغاں کا سکول کھلا نظر آیا..."

"جی ہاں... یہی بات ہے... انسپکٹر نے یہی بتایا تھا۔"

"اس کے بعد کیا ہوا... آپ کو معلوم ہے۔"

"جی... اس کے بعد... اس کے بعد کیا ہوا... جلدی بتائیں۔"

"پولیس انسپکٹر اس شخص کو پولیس اسٹیشن لے گیا... اسے وہاں اس قدر بری طرح مارا پیٹا گیا کہ وہ ہوش میں نہ رہ سکا..."

"نن... نہیں... پولیس انسپکٹر نے ایسا کیوں کیا؟"

"اس نے یہ سزا اس شخص کو صرف اس لیے دی کہ اس نے پولیس کا وقت ضائع کیا..."

"نہیں... یہ بات نہیں ہے۔" سیٹھ گرداور بولے۔

"کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس وجہ سے اسے نہیں پیٹا گیا۔"

"نہیں... بلکہ میرے دشمنوں نے یہ چال چلی تھی... وہ نوجوان تو بالکل سچا ہے۔"

"اسے اپنی سچائی کے بدلے میں بری طرح مار کھانا پڑی۔"

"اس سلسلے میں تو پھر اس انسپکٹر کی جواب طلبی ہونا چاہیے۔"

"ہم اسی لائن پر کام کر رہے ہیں..."

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"کیا آپ پر پہلے بھی حملہ ہو چکا ہے۔"

"جی... جی ہاں... ہو چکا ہے... دوبار ہو چکا ہے۔"

"آپ نے یہ بات انسپکٹر کو بتائی تھی۔"

"نہیں..." انہوں نے کہا۔

"آپ کو چاہیے تھا، یہ بات اسے بتا دیتے... شاید اس صورت میں وہ اسے نہ پڑواتا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی۔" سیٹھ نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔

"وہ کون لوگ ہیں... جو آپ کو جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"آپ کا کاروبار کیا ہے۔"

"اون کا کام کرتا ہوں... اون رنگنے کا ایک بڑا کارخانہ ہے میرا... یعنی پورے ملک میں میرے کارخانے کی اون زیادہ چلتی ہے..."

"آپ کا کوئی قریبی رشتے دار... جسے آپ کی موت سے بہت زیادہ فائدہ ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ کے بچے ہیں۔"

"جی نہیں... میرا تو کوئی بچہ نہیں ہے۔"

"بھائی ہیں۔"

"ہاں! تین چھوٹے بھائی اور ایک بہن ہے۔"

"اور بیوی کے رشتے دار۔"

"بیوی کے دو بھائی ہیں اور بس۔"

"ان میں سے کون آپ کی جان لینے کا خواہش مند ہو سکتا ہے؟"

"کوئی نہیں... یہ سب مجھ سے محبت کرتے ہیں... مجھ پر جان چھڑکتے ہیں۔"

"لیکن اس شہر میں کوئی تو ایسا ہے... جو آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔"

"ہاں! کوئی نہ کوئی ہے ضرور... لیکن میں بالکل نہیں جانتا..."

"اون کے کسی اور کارخانے کا مالک کوئی ایسا کام کر سکتا ہے..."

"اس پہلو پر میں نے کبھی نہیں سوچا... لیکن میرے مرنے سے ایسے شخص کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا... اس لیے کہ کارخانہ تو پھر بھی کام کرتا رہے گا... میرے بھائی تو پہلے ہی کارخانے میں کام کرتے ہیں... تینوں بھائی... اور دیکھا جائے تو وہی اصل کام کرتے ہیں... ہم پانچوں اس کارخانے کے برابر کے مالک ہیں... بہن نے گھر کا کام سنبھالا ہوا ہے... میری بیوی کے ساتھ وہ خوب مل کر رہتی ہے۔"

"ہوں اچھا... ہم دیکھیں گے... وہ کون ہے... آپ کے بھائیوں اور سالوں سے بھی ہمیں ملاقات کرنا ہوگی۔"

"دونوں سالے بھی کارخانے میں کام کرتے ہیں... اور ان کی رہائش بھی وہیں ہے... یہاں صرف میں، میری بیوی اور بہن رہتے ہیں... تینوں بھائی میرے دونوں سالوں کے ساتھ، ہفتے میں صرف ایک بار آتے ہیں... ورنہ وہ پانچوں بہت مصروف رہتے ہیں... ان سے ملنے کے لیے یا تو آپ اتوار کا انتظار کریں... یا کارخانے میں جا کر ملیں... کارخانہ شہر سے چودہ کلو میٹر دور ہے... مشرقی سڑک پر۔"

"کوئی بات نہیں ہم وہیں جا کر مل لیں گے... آؤ بھئی اب چلیں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھلا اور ایک عورت نظر آئی... اس پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید بہت زور سے اچھلے۔

☆...☆...☆

... چالاک بیگم

ان کے جانے کے بعد بیگم جمشید نے اندر سے دروازہ بند کر لیا... پھر اپنے مہمانوں سے بولیں۔

"اب آپ لوگ اس گھر کو اپنا گھر سمجھیں... جو جی میں آئے، کھائیں... کھانے پینے کی چیزوں سے فریج بھرا پڑا ہے... گھر میں جو چاہیں کریں... اور یہاں خوف زدہ ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں... غنڈہ لوگ کم ہی ہمارے گھر میں داخل ہونے کی جرأت کرتے ہیں... کوئی کر بھی لے تو منہ کی کھاتا ہے۔"

"آپ... آپ کا شکریہ... آپ لوگ کتنے اچھے ہیں... کیا یہ پولیس والے آپ جیسے نہیں ہو سکتے۔" صابر بھائی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"آپ دعا کریں... ہم بھی دعا کرتے رہتے ہیں... اگر ہمارے ملک کی پولیس ایمان دار ہو جائے... تو ہمارا ملک ان گنت مشکلات سے نکل سکتا ہے۔"

ایسے میں دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے... پھر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اپنے

پیچھے آنے کا اشارہ کیا... وہ انہیں ایک دوسرے کمرے میں لے آئیں... اس کا دروازہ بند کرنے کے بعد بولیں:

"میں خطرے کی بو سونگھ رہی ہوں... لہٰذا آپ اس کمرے سے باہر نہیں نکلیں گے... دروازہ اندر سے بند کر لیں... اس کمرے کا دروازہ نہ تو ان سے کھل سکے گا... نہ ٹوٹ سکے گا... بہت خاص قسم کا دروازہ ہے۔"

"ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں... کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں... کوئی غنڈہ مشکل سے ہی ادھر آنے کی جرأت کرتا ہے۔"

"ہاں! میں ٹھیک کہہ رہی تھی... ابھی یہ معلوم نہیں کہ باہر کوئی دشمن ہے یا دوست... لیکن دستک دینے کے انداز سے لگتا ہے... باہر دوست نہیں ہیں... اس لیے ہمیں احتیاط تو کرنا ہوگی۔"

"لیکن ہمارے لیے آپ کیوں مشکل میں پھنسی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں... میں پولیس کو فون کر رہی ہوں... اس کے بعد دیکھوں گی کہ دروازے پر کون ہے۔"

"آپ پہلے یہ کیوں نہ دیکھ لیں... کہ دروازے پر کون ہے۔"

"پھر فون کرنے کا وقت نہیں رہ جائے گا۔" وہ مسکرائیں۔

"آپ کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"آ جائیں گی... ابھی آپ لوگ ہمارے ساتھ نئے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے... صورت

حال بتا کر انہوں نے فون بند کر دیا... اور دروازے پر آئیں... اس وقت تک دستک تین بار ہو چکی تھی۔

"کون ہے باہر۔"

"ہم دروازہ توڑنے... بلکہ اڑا دینے کا سامان ساتھ لائے ہیں۔"

"اوہ... اچھا... کمال کر دیا آپ نے... اس کی کیا ضرورت تھی۔"

"اندر موجود صاحب کو باہر نکال دیں... اور بس... ہم آپ سے کچھ اور نہیں چاہتے۔"

"صرف صاحب کو یا ان کے بیوی بچوں کو بھی۔"

"ہمیں ان کے بیوی بچوں سے کوئی غرض نہیں۔"

"دن کے وقت یہاں سے کسی کو لینے آ گئے ہیں آپ... آپ کی جرأت پر حیرت ہو رہی ہے۔"

"ہم رات کے وقت بھی آ سکتے تھے... لیکن ہم نے سوچا... آپ کی رات کی نیند خراب کیوں کریں۔"

"اوہ ہاں... یہ ٹھیک رہے گا۔" وہ مسکرائیں۔

"تب پھر کھول دیں دروازہ... ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا خوف نہیں کہ ابھی یہاں پولیس آ جائے گی۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"تب پھر انتظار کریں پولیس کا۔"

عین اس لمحے انہوں نے دھم کی آواز سنی۔

"اوہو اچھا... تو یہ پروگرام تھا۔"

"ہاں! ہمارے ساتھی چھت پر پہنچ چکے ہیں... اور کوئی دیر میں آپ کے گھر کے عین اندر ہوں گے۔"

"افسوس۔" انہوں نے کہا۔

"افسوس کس بات کا۔"

"اس بات کا کہ تم نے اپنی موت کو خود آواز دی... میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"تم اپنی فکر کرو محترمہ... بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے کیا کسی کی موت کا سامان کریں گے۔"

"او کے... اب جو ہوگا... اس کی ذمے داری تم پر ہوگی۔"

"بالکل... ہم آپ کو ذمے دار نہیں ٹھہرائیں گے۔"

ایسے میں انہوں نے رسی صحن سے نکلتے دیکھی... پہلی بار انہیں پریشانی سی محسوس ہوئی... کیونکہ اب وہ جان گئی تھیں... کہ یہ لوگ پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گئیں جس میں مہمانوں کو داخل کیا تھا۔

"دروازہ کھولیں... ذرا جلدی۔" وہ بولیں۔

"اچھا۔" اندر سے صادق کی آواز سنائی دی۔

ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... عین اس لمحے انہوں نے رسی سے ایک شخص کو پھسلتے دیکھا... وہ نیچے آنے ہی والا تھا... انہوں نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور دیوار میں لگا ایک بٹن دبالیا... یہ بٹن صرف انہی کو نظر آتا تھا اور کسی کو نہیں... ان لوگوں کی بھی نظر بچا کر ہی انہوں نے دیوار پر ہاتھ رکھا تھا... فوراً ہی دیوار میں ایک خلا نمودار ہوا اور سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں...

"آپ لوگ نیچے اتر جائیں۔"

"اور آپ۔"

"میں ان سے مقابلہ کروں گی۔"

"لیکن آپ بھی ہمارے ساتھ نیچے کیوں نہیں اتر جاتیں۔" صادق بھائی نے کہا۔

"نہیں... یہ لوگ اپنے ساتھیوں میں جا کر ڈینگیں ماریں گے... کہ انسپکٹر جمشید کے گھر والے اتنے بزدل ہیں... ہمارے سامنے نہیں آئے... میں ان کا سامنا ضرور کروں گی... لیکن آپ لوگوں کو محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد۔"

"اور اگر انہوں نے آپ پر قابو پالیا اور آپ سے اگلوالیا کہ ہم کہاں ہیں... یا اس تہہ خانے کا راستہ کیسے کھلتا ہے... تو؟"

"اوہ ہاں! یہ ہے... خیر آج بزدلی ہی سہی... وہ بھی آپ لوگوں کے لیے۔" وہ مسکرائیں۔

پھر ان کے ساتھ تہہ خانے میں اتر کر دروازہ بند کر لیا...

اودھر وہ لوگ صحن میں اترے... پھر انہوں نے ایک ایک کمرہ دیکھا۔

"پتا نہیں... یہ کہاں چھپ گئے۔"

"بھئی یہ گھر انسپکٹر جمشید کا ہے... ہم نے اس گھر کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سنا ہے... میں تو کہتا ہوں... لوٹ چلیں۔" دوسرے نے کہا۔

"حد ہو گئی... کمال ہے... اس حد تک ڈرتے ہوئے میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا ہے۔"

"میرا ڈر سچا ہے... تم دیکھ لوگے۔"

"جب دیکھ لیں گے... بتا دیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" دوسرے نے منہ بنایا۔

انہوں نے پورے گھر میں انہیں تلاش کیا... پھر غصے میں آکر گھر کی چیزیں لگے توڑنے پھوڑنے... ایسے میں ایک آواز ابھری۔

"یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

انہوں نے چونک کر دیکھا... ایک عورت چھت پر کھڑی نظر آئی۔

"ارے یہ کیا... بیگم جمشید تو اوپر ہیں اور ہم انہیں نیچے تلاش کر رہے ہیں۔"

"چھت کی طرف سے تو ہم خود آئے ہیں۔"

"لیکن ہم نے چھت کی تلاشی نہیں لی تھی۔"

"اوہ ہاں... شاید چھت پر بھی چھپنے کی کوئی جگہ ہو گی...

آؤ۔"

وہ اوپر کی طرف دوڑ پڑے... لیکن جب چھت پر پہنچے تو وہاں وہ عورت نظر نہ آئی۔

"بیگم جمشید... آپ کہاں ہیں۔"

"نیچے۔" نیچے سے آواز ابھری۔

"کک... کیا مطلب؟"

"کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں۔"

"ابھی تو آپ اوپر نظر آئی تھیں۔"

"وہ تمہاری نظروں کا دھوکا تھا... میں نیچے موجود ہوں... تلاش کر سکتے ہو تو کر لو۔"

"آؤ یار... یہ عورت تو ہمیں پاگل کر دے گی۔"

"ہم... میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔" تیسرے نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... یہ ایک عورت سے خوف محسوس کر رہے ہیں۔"

"عورت نہیں... بیگم جمشید ہے۔"

"حد ہو گئی... ارے تو کیا بیگم جمشید عورت نہیں ہے۔"

"عورت ہے... لیکن اور طرح کی... میں نے اس کے بارے میں عجیب عجیب باتیں اپنے ساتھیوں سے سنی ہیں... جن کا ان سے واسطہ پڑ چکا ہے۔"

"اچھا چپ رہو، ہم یہاں سے صادر کو لے کر جائیں گے... ورنہ باس ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا، پھر تم کیوں آئے ہو۔"

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے... خیر... چلو پھر نیچے... یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

وہ نیچے اتر آئے... اور لگے پاگلوں کی طرح انہیں تلاش کرنے اور چیزیں توڑنے لگے۔

"ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا... بس اتنی چیزیں توڑو جتنی چیزوں کے پیسے ادا کر سکو۔" بیگم جمشید ہنس کر بولیں۔

"آپ ہیں کہاں... بہادری کے جراثیم اگر آپ میں پائے جاتے ہیں تو بتا دیں۔"

"بہادری سے زیادہ مجھ میں ذہانت کے جراثیم موجود ہیں.. میں پہلے ذہانت کے جراثیموں کو آزماتی ہوں... اس کے بعد بہادری کے جراثیموں کی باری آئے گی... اور اس کے بعد۔"

"بس بس... چپ رہو۔" ایک نے جھنجلا کر کہا۔

"آپ کہتے ہیں تو ہو جاتی ہوں چپ۔"

"تم کہاں ہو؟"

"جہاں تم نہیں پہنچ سکتے۔"

"تب ہم آگ لگا رہے ہیں گھر کو... جل کر راکھ جائے گا ساتھ میں صادر بھی۔"

"یہ بھی کر کے دیکھ لو... کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

"گویا تمہیں اس کی بھی پروا نہیں۔"

"بالکل نہیں... پروا کرتے ہیں ہمارے دشمن... یا پھر میری جوتی۔" ان کی آواز ابھری۔

"لگا دو بھئی آگ۔"

"اور خود جل مرو..." بیگم جمشید بولیں۔

"ہمیں کیا ضرورت ہے... جل مرنے کی۔"

"بیرونی دروازے بند ہو چکے ہیں بے وقوف... لہٰذا ساتھ میں تم بھی جل مرو گے... یہ اور بات ہے کہ ہمارا بال بھی بیکا نہ ہو۔"

"ضرور تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے... باہر سے دروازہ کون بند کرنے لگا۔"

"ایک آدمی کو بھیج کر پہلے تجربہ کر لو... ایسا نہ ہو، آگ لگا کر پچھتانا پڑے... ویسے تو یہ پچھتانا تمہارا آخری پچھتانا ہوگا... آگ میں جل مرنے کے بعد تم کہاں پچھتا سکو گے۔"

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں کیے جا رہی ہو... ہو کہاں تم۔"

"یہ نہیں بتا سکتی... ویسے جہاں بھی ہوں... تمہارے سینے پر مونگ دلتی رہوں گی۔"

"جاؤ... دیکھو جا کر... دروازے باہر سے بند تو نہیں ہیں۔" بھاری آواز گونجی... قدموں کی آواز ابھری اور پھر جلد ہی واپسی پر سنائی دی۔

"استاد... تمام دروازے بند ہیں۔"

"کیا... نہیں۔"

عین اس لمحے سپیکر پر آواز ابھری۔

"مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے... لہٰذا تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھائے باہر نکل آؤ۔"

"باہر کیسے نکل آئیں... دروازے تو باہر سے بند ہیں۔" ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا... اب ان کے رنگ اڑ چکے تھے۔

"تم لوگ دروازے پر آجاؤ... باہر آنے کی ترکیب میں بتادوں گا۔" باہر سے آواز آئی۔

"کیا آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔" استاد کی آواز ابھری۔

"ارے نہیں... میں تو ان کا ادنیٰ خادم ہوں... ویسے سب انسپکٹر اکرام کہتے ہیں مجھے۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات... اب تو آئے گا مزا۔" استاد ہنسا۔

"کیا مطلب... مزا تو ہمیں آرہا ہے... یہ تمہاری طرف کیسے چلا گیا... ویسے جواب طلب کروں گا اس سے۔"

"کک... کس سے۔" استاد جھلا کر بولا۔

"مزے سے اور کس سے... اب میں تم سے تو جواب طلبی کرنے سے رہا۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"یہ لوگ ہمارے قبضے میں ہیں سب انسپکٹر اکرام... ہوش میں رہ کر بات کرو۔"

"اچھی بات ہے... اب میں ہوش میں رہ کر بات کروں گا۔" اکرام چہک کر بولا۔

"ہاں تو پھر..."

"پھر کیا... تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر نکل آؤ۔"

"سنا نہیں... یہ لوگ ہمارے قبضے میں ہیں۔"

"سنا ہے... سنا کیوں نہیں... ان کی آواز سنوا دو... تمہاری بات مان لوں گا۔"

"ہرگز نہیں... ہم تو بڑے مزے سے ہیں... اکرام بھائی آپ جانتے ہیں۔" بیگم جمشید کی ہنسی سنائی دی۔

"کیا جانتے ہیں۔" استاد نے جل کر کہا۔

"یہ کہ... یہ مکان دشمنوں کے لیے چوہے دان ہے اور اپنوں کی کے لیے بہترین پناہ کی جگہ ہے۔"

"اس میں شک نہیں۔" اکرام کی آواز ابھری۔

"کس میں شک نہیں۔" اس نے تلملا کر کہا۔

"سن رہے ہیں اور پھر بھی پوچھ رہے ہیں... بھائی کیا تم عقل سے بالکل پیدل ہو۔" بیگم جمشید نے جل کر کہا۔

"نہیں... تھوڑے بہت عقل سوار بھی ہیں یہ۔" اکرام مسکرایا۔

بیگم جمشید ہنس پڑیں...

"ہم دروازہ نہیں کھولیں گے۔" استاد گرجا۔

"کوئی بات نہیں... پھر کیا ہوا۔" اکرام ہنسا۔
"تو آپ کو اپنے ساتھیوں کی کوئی پروا نہیں۔"
"پروا کیوں نہیں... لیکن یہ لوگ تمہارے قبضے میں نہیں
ہو سکتے۔"
"اوہ اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔
"بھائی صاحب بہت دیر میں سمجھے۔"
"عقل چھوٹی ہے ان کی۔" اکرام ہنسا۔
"اس میں ان کا قصور نہیں... ان کے جرائم کا قصور ہے...
جو لوگ جرائم کی دنیا میں رہتے ہیں... وہ عقل سے پیدل ہو جاتے
ہیں۔"
"ہوں... یہی بات ہے... تو بھائی صاحب... آپ اپنا کام
کریں... یہ تو تعاون پر تیار نہیں ہیں۔"
"میرا کام تھا سمجھا دینا... یہ نہیں سمجھتے... ان کی مرضی...
اب جو ہو گا... یہ جانیں۔"
"ایک منٹ انسپکٹر صاحب۔" استاد نے گھبرا کر کہا۔
"بس... گھبرا گئے۔"
"ہاں گھبرا گئے... ہم آ رہے ہیں... ہم تو یوں ہی گیدڑ
بھبھکیاں دے رہے تھے... کہ شاید آپ ہماری گیدڑ بھبھکیوں میں
آ جائیں... لو ہم دروازے پر آ گئے... آپ دروازہ کھول دیں۔"
"کیا تم اپنے ہتھیار گرا چکے ہو۔" اکرام نے کہا۔

"ہاں! بالکل۔"
"کوئی چال چلنے کی کوشش کی... تو وہ الٹی تم پر پڑے گی...
ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"
"ہم کوئی چال نہیں چلیں گے..." اندر سے کہا گیا۔
پھر دروازہ کھل گیا... لیکن باہر کوئی نظر نہ آیا... استاد اور
اس کے ساتھی باہر نکلے تو ان کے ہاتھوں میں رائفلیں نہیں تھیں...
بازو اوپر اٹھے ہوئے تھے۔
"ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے آگے آ جاؤ... تم کل کتنے ہو۔"
"چھ۔" اندر سے بیگم جمشید بولیں۔
"ٹھیک ہے... چھ ہی ہیں... گویا کوئی چال چلنے کا ارادہ
نہیں رکھتے... آپ خفیہ مقام سے باہر آ جائیں۔" اکرام کی آواز
ابھری۔
"او کے۔" بیگم جمشید نے خوش ہو کر کہا۔
پھر وہ جونہی تہ خانے سے باہر نکلیں... ایک سرد آواز سنائی
دی:
"ہاتھ اوپر اٹھا دو چالاک بیگم۔"

☆...☆...☆

اہم شکار...

عورت کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔

"یہ لیجیے... میں تو بھول ہی گیا... آپ کے لیے چائے کا کہہ دیا تھا۔"

"لیکن آپ نے کب کہا تھا؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جونہی آپ لوگ آئے تھے۔" سیٹھ گرداور مسکرائے۔

"ہم نے آپ کو کہتے نہیں سنا۔"

"یہ ادھر ایک بٹن لگا ہوا ہے... ہم نے اشارے طے کیے ہوتے ہیں... دوبار بٹن دبایا تھا میں نے باورچی خانے میں نیلا بٹن دوبار جلا تھا اور خادمہ نے جان لیا تھا کہ مہمان آئے ہیں... ان کے لیے چائے بنانا ہے۔"

"لیکن خادمہ کو یہ کیسے پتا چلا کہ مہمان اتنے ہیں۔" فاروق نے چونک کر پوچھا۔

"ایک بار بلب جلنے کا مطلب ہے... صرف دو کپ چائے... دوبار کا مطلب ہے... چار کپ چائے۔"

"اور مہمانوں کے ساتھ آپ چائے نہیں پیتے۔" محمود نے کہا۔

"میری چائے بلب کے اشارہ کے بغیر شامل کی جاتی ہے... لہٰذا اس وقت یہ پانچ کپ چائے لے کر آئی ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"بہت خوب! لیکن۔" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

عورت ٹرے رکھ چکی تھی اور واپس جا رہی تھی۔

"لیکن کیا۔" سیٹھ گرداور بولے۔

"لیکن کی بات بعد میں... ایک منٹ محترمہ۔" وہ خادمہ سے بولے۔

وہ چونک کر رک گئی۔

"آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔"

"جی ہاں... آپ سے... آپ سیٹھ صاحب کے پاس کب سے کام کر رہی ہیں۔"

"جی... میں کوئی تین ماہ سے..." اس نے منہ بنایا۔

"صرف تین ماہ سے... اچھا... کیوں سیٹھ صاحب۔"

"ٹھیک بتا رہی ہیں... کیوں... کیا اس بارے میں آپ کو کوئی شک ہے۔"

"نہیں... حیرت ہے۔"

"حیرت کس بات پر؟"

"اتنے مختصر عرصے میں یہ اپنے کاموں میں کس قدر ماہر

ہو گئی ہیں۔"

"لو ہاں... یہ تو ہے۔"

"ان کا نام کیا ہے۔"

"ان کا نام شازیہ بیگم ہے۔"

"لو ہو اچھا... کمال ہے... انھوں نے تو پھر اپنے نام کے سلسلے میں بھی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔"

"یہ آپ نے کیا بات کی... میں سمجھا نہیں۔" سیٹھ گرداور الجھن کے عالم میں بولے۔

"میرا مطلب ہے... انھوں نے اپنا نام بدلنے میں بھی کافی مہارت دکھائی ہے۔"

"کیا... کیا مطلب؟" شازیہ بیگم زور سے اچھلی... سیٹھ گرداور کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا... پھر وہ تیز لہجے میں بولے:

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہ گوری خانم ہیں... جرائم کی دنیا کی نامی گرامی خاتون۔"

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ بھی دھک سے رہ گئے... کیونکہ یہ نام انھوں نے بہت سنا تھا اور غالباً سیٹھ گرداور نے بھی سن رکھا تھا... ادھر اچانک گوری خانم نے دروازے کی طرف بجلی کی سی پھرتی سے چھلانگ لگائی... اس سے صرف ایک لمحہ پہلے فرزانہ دروازے کی

طرف چھلانگ لگا چکی تھی... کیونکہ اس نے فوری طور پر بھانپ لیا تھا کہ یہ اب بھاگ کھڑی ہو گی۔

نتیجہ یہ کہ دونوں بری طرح ٹکرائیں... اور دھڑام سے فرش پر گریں...

"یہ گرنے کا کون سا طریقہ ہے..." فاروق نے برا سا منہ بنایا اور دونوں کی طرف جھپٹا...

"ایک منٹ... میں اٹھاتا ہوں آپ کو... فرزانہ... اب ان کے اوپر سے ہٹ جاؤ۔" یہ کہتے ہوئے... وہ لڑکھڑایا اور اس طرح گرا کہ خانم کی ٹانگیں اس کی کمر کے نیچے دب گئیں...

"حد ہو گئی... آپ دیکھ رہے ہیں... اٹھانے گئے تھے اور خود گر گئے۔" محمود نے جھلا کر کہا اور خود بھی چھلانگ لگا کر ان تک گیا اور فاروق پر گر پڑا۔

"م... میں... میں مری... سیٹھ صاحب... مجھے بچائیں۔"

"تت... تو کیا تم واقعی گوری خانم ہو۔"

"نن نہیں... انھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط... بالکل غلط... ہمیں غلط فہمی نہیں... خوش فہمی ہوئی ہے... ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے کہ خوش فہمی بھی غلط فہمی سے ہوتی ہے۔"

"کیا غلط غلط لگا رکھی ہے۔" انسپکٹر جمشید جھلا کر ان کی طرف بڑھے اور خانم گوری کا بازو کلائی پر سے پکڑ لیا...

"بس اب اس بے چاری کے اوپر سے ہٹ جاؤ... اب یہ

بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گی۔"

"کرے گی نہیں یا کر نہیں سکے گی۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"لو ہو بھائی... ہمارے لیے ایک ہی بات ہے۔"

"اس کا مطلب ہے... اس کے لیے یہ دو باتیں ہیں۔"

"تم تو بال کی کھال اتارنے لگتے ہو۔" وہ جھلا اٹھے... پھر بولے:

"احمق صاحب... فوراً اکرام کو فون کرو... شکار ہاتھ سے نکل نہ جائے... ویسے میں تم تینوں کو داد دیتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"یہ جان کر خوشی ہوئی... لائیے کہاں ہے داد۔" فاروق نے دانت نکال دیے۔

"آپ نے یہ وضاحت نہیں کی ابا جان... آپ کو داد دینے کی ایسی کیا ضرورت پیش آگئی۔"

"فرزانہ چھلانگ نہ لگاتی اور تم حرکت میں نہ آتے تو یہ اپنے خیال میں نکل ہی گئی تھی۔"

"اور یہ آپ نے کیا کہا... اپنے خیال میں نکل گئی تھی... گویا آپ کے خیال میں۔"

"اس لیے کہ ابھی تو میں حرکت میں آیا ہی نہیں تھا... اگر فرزانہ حرکت میں نہ آتی تو میں دروازے کی طرف چھلانگ لگاتا... اور اسے دبوچ لیتا۔"

"آپ میری کلائی چھوڑ دیں... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... دودھ اس وقت ابلنا شروع ہو گیا تھا... اب باہر نکل کر یہ رہا ہو گا... بس اس خیال کے آنے پر میں دوڑ پڑی تھی۔"

"فرزانہ تم ذرا باورچی خانے میں چولہا بند کر آؤ۔"

"جی اچھا۔" فرزانہ نے فوراً کہا اور باہر نکل گئی۔

"تم یہاں کس لیے نظر آ رہی ہو... فوراً بتاؤ... ورنہ میرے اسسٹنٹ بہت سخت آدمی ہیں۔"

محمود اس وقت تک اکرام سے رابطہ کر چکا تھا۔

"انکل! جلد آئیں... وہ بھی سیٹھ گردآور کے ہاں... شکار پکڑا ہے ہم نے۔"

"اچھا..." دوسری طرف سے فوراً کہا گیا۔

"وہ آرہے ہیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے۔"

"آپ میری کلائی چھوڑیں... آپ غیر مرد ہیں... آپ کس قانون کے تحت میری کلائی پکڑ سکتے ہیں... اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے... تو میرے لیے لیڈی پولیس بلائیں۔"

اعتراض معقول ہے... لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ بھاگ نہیں جائیں گی... جب کہ آپ ایک کوشش کر چکی ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن اس کوشش میں منہ کی کھا چکی ہیں۔"

"حالانکہ یہ ہاتھ پیر کی بھی کھا سکتی تھیں... یہ ہے جھوٹی کہیں کی۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"سمجھ لوں گی... میں تم سب کو۔" وہ غرائی۔

"اب آپ اپنے رنگ میں نظر آئی ہیں۔"

"ابھی تم میرے اور رنگ دیکھو گے... ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔"

"اوہو... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"اب آپ کو یقین آیا۔" فاروق نے ان کا مذاق اڑایا۔

"کوئی ایسا ویسا... اف مالک... یہ سب کیا ہے۔"

"آپ کو جو شخص قتل کرانا چاہتا ہے... اس نے اسے یہاں بھیجا تھا اور یہ اس کی ساتھی ہے... اب آئے گا مزا۔"

"جی ہاں! پہلے تو بے چارا آتے آتے رہ گیا تھا۔"

"کون؟" سیٹھ گردلور بولے۔

"مزا اور کون... آپ کو نہیں معلوم... مزے کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے... بلکہ مزے کا اور ہمارا دریا اور مگرمچھ والا بیر بھی ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"پتا نہیں... کیا کہہ رہے ہیں۔"

"یہ ذرا محاورات کی زبان میں باتیں کر رہے ہیں۔"

"اور اس بے چارے کا مطالبہ کیا ہو گا ابا جان۔" محمود نے کہا۔

"اسی وقت فرزانہ واپس آگئی۔

"کیا بنا۔"

"باورچی خانے میں دودھ ضرور موجود ہے... لیکن وہ چولہے پر نہیں تھا۔"

"اڑ کر اپنی جگہ پر چلا گیا ہو گا۔"

"کون؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"دودھ اور کون۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"گویا یہ صاحبہ سفید جھوٹ بولنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہائیں ابا جان... آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے لگے۔"

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے بھئی۔"

"لیجیے! اس میں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی مجبوری کا کیا ہے... کہیں سے بھی ٹپک سکتی ہے۔"

"یہ آپ لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں... اس سے کچھ پوچھتے کیوں نہیں... لڑکی بتاؤ... تم کون ہو؟" سیٹھ گردلور نے پوچھا۔

"میں شازیہ بیگم ہوں... آپ کے گھر کی ملازمہ۔"

"واہ... دم خم ابھی تک وہی ہیں... اسے کہتے ہیں... رسی جل گئی پر بل نہ گیا... بے وقوف کہیں کا۔"

"تک... کون... کس کی تعریف کر رہے ہیں بھائی۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی بل کی بات کر رہا ہوں... جب رسی جل گئی... تو اب خم کس کام آئے گا بھلا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ۔" فرزانہ تلملا اٹھی۔

"محترمہ... آپ شاذیہ ہیں یا گوری... صرف یہ بتا دیں... یہاں کیا کر رہی ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ملازمت۔" اس نے فوراً کہا۔

"واہ.. کتنا معقول جواب ہے۔" فاروق نے اس کی تعریف کی۔

"اس قدر مال دار لوگ ایسی چھوٹی ملازمت کرتے تو اچھے نہیں لگتے۔" انھوں نے کہا۔

"کس قدر مال دار لوگ... یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں مال دار عورت ہوں۔"

"اپنا ہاتھ دیکھا ہے کبھی۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"آپ غلط کہہ گئے ابا جان۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"میں غلط کہہ گیا... کیا غلط کہہ گیا... دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"آپ نے کہا ہے... اپنا ہاتھ دیکھا ہے کبھی... حالانکہ محاورہ ہے... اپنا منہ دیکھا ہے کبھی... یا یہ کہہ لیں... آئینہ دیکھا ہے کبھی... یا پھر یہ کہنا چاہیے تھا... یہ منہ اور مسور کی دال۔"

"حد ہو گئی... توبہ ہے... اف۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"شکریہ ابا جان۔" فاروق خوش ہو کر بولا۔

"اور یہ شکریہ کس بات کا ادا کیا؟"

"آپ نے مجھے دن میں تارے جو دکھا دیے۔"

"یار کیوں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو... میں نے کب دکھائے ہیں تارے... تمہیں... وہ بھی دن میں۔"

"رات کو تو ابا جان کسی کو دکھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی... اس لیے کہ رات کو تو سب کو خود بخود نظر آجاتے ہیں۔"

"اچھا بھائی.. تم ہارے میں جیتا۔" انھوں نے تنگ آ کر کہا۔

"واہ... جیت بھی اپنی ہی رکھی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں تمہیں ہر چیز پر قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا، سمجھے تم۔" انھوں نے بھی منہ بنایا۔

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔

"لو... وہ تمہارے انکل آگئے... محترمہ آپ کی مہمان نوازی کرنے والے آگئے۔"

"آپ کو ضرور غلط فہمی ہو گئی ہے... آپ کسی عورت کو

بلا کر چیک کرلیں۔"

"لیڈی انسپکٹر بھی ساتھ آئی ہوں گی... فکر نہ کریں... سب سے پہلے ہم آپ کے چہرے سے میک اپ اتروائیں گے۔"

"ہاں! ضرور کیوں نہیں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ کیا ابا جان... یہ صاحبہ تو اس بات پر خوش ہو گئیں۔"

"دراصل یہ خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔"

"لو اچھا... خیر... کوئی بات نہیں... نکال دیں گے ان کی خوش فہمی۔" محمود ہنسا۔

اکرام جونہی اندر آیا.. گوری خانم کو دیکھ کر زور سے اچھلا:

"ارے یہ تو گوری خانم ہے.. یہ کہاں سے ہاتھ لگ گئی۔"

"لیکن ان صاحبہ کا کہنا ہے... کہ یہ گوری نہیں ہے۔"

"اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔" اکرام نے برا سا منہ بنایا۔

"میک اپ کے ماہر ساتھ لائے ہو اکرام... لیڈی پولیس بھی۔"

"بالکل۔"

"میں اس کمرے کے دروازے پر موجود رہوں گا... اس کا میک اپ اترواؤ۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے سر.. میرا مطلب ہے.. دروازے پر موجود رہنے کی۔"

"میں نے سنا ہے... یہ چھلاوہ ہے۔"

"باہر بھی میرے ماتحت موجود ہیں۔"

"کوئی بات نہیں... میں اس کے باوجود دروازے پر کھڑا ہوں گا... یہ ہمارے لیے سب سے اہم شکار ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں... یہ فرار نہیں ہو سکے گی۔"

"میں چلی جاؤں گی... نکل جاؤں گی... تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔" وہ ہنسی۔

"اکرام... اس کے الفاظ کو مذاق میں نہ لینا۔"

"انسپکٹر جمشید... آپ کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"سنا تم نے اکرام۔"

"اچھی بات ہے سر... پہلے ہم اسے اچھی طرح قابو کریں گے... پھر میک اپ اتاریں گے۔"

"ہوں... اب ٹھیک ہے۔"

اب اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے... دروازے بھی باہر سے بند کر دیے گئے... زینے کا دروازہ چھت کی طرف سے بند کروا دیا گیا... تب کہیں جا کر انسپکٹر جمشید نے اس کی کلائی چھوڑی۔

"زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھے انسپکٹر جمشید۔" وہ ہنسی۔

"کیا مطلب... کون سی غلطی؟"

"میری کلائی چھوڑنے کی... اب تم لوگوں کے قابو میں نہیں آؤں گی... تم نے ابھی میرے بارے میں بہت کم سنا ہے... میں

اس سے کہیں آگے ہوں... جو تم سن چکے ہو..."

"باتیں بہت بڑھ چڑھ کر کر رہی ہو.. اب بقول تمہارے تم بہت کچھ کر سکتی ہو... تو کر کے دکھاؤ کچھ۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"پہلے تو میرے چہرے پر میک اپ تلاش کر لو۔" وہ ہنسی۔

اکرام کے ماتحت آگے بڑھے... انہوں نے اس کے چہرے پر سے میک اپ اتارنے کی کوشش شروع کر دی... لیکن سر توڑ کوشش کے باوجود بھی وہ میک اپ نہ اتار سکے...

"اس کے چہرے پر میک اپ نہیں ہے جناب۔" ان کے انچارج نے کہا۔

"نہیں بھئی... یہ نہیں ہو سکتا... میک اپ تو ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

آخر یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میک اپ تو ہے۔"

"یا تو یہ گوری خانم نہیں ہے... جب کہ میرا دعویٰ ہے... یہ گوری خانم ہے۔"

"اپنے تجربے کی بنیاد پر... شاید میک اپ کرنے والے بہت بڑے ماہر تھے... اس لیے آپ لوگ اس میک اپ کو اتار نہیں سکے۔"

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں..." وہ بے چارگی کے عالم میں بولے۔

"خیر... کوئی بات نہیں... میں تو بس ایک بات جانتا ہوں۔ یہ گوری خانم ہے۔" وہ بولے۔

"لیکن آپ یہ بات عدالت میں ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

"دیکھا جائے گا... تم یہاں کرنے کیا آئی تھیں۔"

"ملازمت کرنے۔" وہ مسکرائی۔

"دیکھو... سیدھی طرح بتا دو... ورنہ۔" وہ بولے۔

"ورنہ کے بعد بھی کچھ کہہ لیں ... تاکہ آپ کو کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

"اکرام... یہ گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا..."

"گویا یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں ایسی بات ہے۔"

"او کے... لے چلو بھئی اسے۔"

"ہم بھی ساتھ چل رہے ہیں..."

"جی بہتر... چلئے پھر۔"

سب لوگ کمرہ امتحان میں آئے... اور گوری خانم کو پہلی مشین میں کس دیا گیا... اس کے بعد بٹن دبایا گیا... یوں لگا جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو...

"یہ کیا... یہ تو چیخی ہی نہیں۔"

"دوسرا بٹن دباؤ اکرام۔"

دوسرا بٹن دبایا گیا... لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی... یہاں تک کہ تیسرا بٹن بھی دبایا گیا...

"ختم کرو اکرام... اسے آخری مشین میں کس دو۔"

"جو بھی۔" اکرام نے کہا... اس کی پیشانی پسینے سے تر ہو چکی تھی... اسے آخری شکنجے میں کسا گیا... بٹن دبائے گئے... آخری بٹن تک دبایا گیا... لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا... تھک ہار کر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا تم گوشت پوست کی عورت ہو... یا کسی دھات کی بنی ہوئی ہو۔"

"گوشت پوست کی ہوں... کسی سرنج یا چاقو سے خون نکال کر دیکھ لیں۔"

"اکرام... ذرا یہ بھی کر کے دیکھ لو۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"چاقو سے اس کے جسم کا خون نکال کر دیکھو۔"

"ہاں ہاں... ضرور... کیوں نہیں... مزا آئے گا۔" عورت ہنس کر بولی۔

"حد ہو گئی... خون نکلنے پر تم کو مزا آئے گا... آخر آپ کیا شے ہیں۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"انسان ہوں... لیکن تم لوگوں کو چکرا کر رکھ دوں گی... اس لیے کہ تم بہت لوگوں کو چکراتے ہو۔"

"ہماری آپ کی دشمنی کیا ہے۔"

"نیکی اور بدی کی دشمنی چلی آ رہی ہے نا... بس وہی دشمنی ہے۔"

"گویا آپ بدی کا نمونہ ہیں۔"

"نہیں... میں نیکی کا مجسمہ ہوں... تم لوگ بدی کے نمونے ہو۔" اس نے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو۔" وہ جھلا اٹھے۔

"درست کہہ رہی ہوں... سوائے موت کے اس دنیا میں انسان کو کوئی چیز سکون نہیں دے سکتی... ہم لوگوں کو سکون دیتے ہیں... لوگوں میں موت بانٹتے ہیں۔"

"کیا کہا... موت بانٹتے ہیں..."

"ہاں کوئی شخص کسی کو قتل کروانا چاہے... تو ہم اسے قتل کر دیتے ہیں... گویا اس طرح ہم دو آدمیوں کو سکون پہنچاتے ہیں... ایک کو قتل کر کے، دوسرے کو اس سے نجات دلا کر... کیا یہ نیکی کا کام نہیں ہے۔"

"نہیں... پیدا کرنے والی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے... موت دینا بھی اسی کا کام ہے... کوئی انسان اس کام کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا... جو لیتا ہے... وہ گناہ گار ہے... ایسے آدمی کو بدلے میں قتل کیا جائے گا... یہ ہے... نیکی... زمین سے فساد کو ختم کرنا۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"خیال اپنا اپنا... آپ میرا خون نکال لیں۔" اس نے منہ بنایا۔

سرنج کے ذریعے خون نکالا گیا... خون بھی اصل تھا... لہٰذا

وہ اکرام سے بولے۔

"ہے تو یہ انسان ہی... لیکن ہے ذرا اور طرح کی... لہٰذا میں اس سے اور طرح اگلواؤں گا۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"یہ ان سختیوں سے قابو میں نہیں آنے والی... اسے ٹھکانہ نمبر تین پر پہنچادو۔"

"تین پر پہنچادو یا چار پر... مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا... تم ہار جاؤ گے انسپکٹر... میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

"اچھا دیکھیں گے۔"

اور پھر اکرام اسے وہاں سے لے گیا... ادھر انہوں نے کہا...

"ہم پہلے اس عمارت کو دیکھ لیں... جو اب تعلیم بالغاں کا مرکز بن گئی ہے... صادق بھائی کو اسی عمارت میں جرائم پیشہ لوگ ملے تھے..."

"جی ہاں! ہم وہاں جانے کے لیے بے چین ہیں۔"

وہ اس عمارت کے سامنے پہنچے... وہاں واقعی تعلیم بالغاں کا بورڈ لگا ہوا تھا... دروازے پر کوئی نہیں تھا... اندر داخل ہوئے... ایک کمرے میں چند لوگ بیٹھے تھے اور ایک شخص بلیک بورڈ کے پاس کھڑا چاک سے اس پر کچھ لکھ رہا تھا... گویا وہ انہیں پڑھا رہا تھا۔

"اس مرکز کے انچارج کون ہیں۔"

"آگے چلے جائیے... خاور ضیائی صاحب سے مل لیں... وہی انچارج ہیں۔"

"خاور ضیائی۔" فاروق کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"کیوں... کیا بات ہے۔"

"جی پتا نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"واقعی مجھے پتا نہیں... یہ نام سن کر مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔"

"خیر... غور کرو... شاید کوئی بات یاد آجائے... آؤ۔"

وہ آگے بڑھے... آخر ایک کمرے میں انہیں خاور ضیائی ایک میز کے پیچھے بیٹھا نظر آیا... اس نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"فرمائیے... کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"آپ ہیں اس مرکز کے انچارج..."

"جی ہاں! بالکل۔"

"کیا یہ پرائیویٹ ادارہ ہے۔"

"ہاں! بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

"یہ عمارت آپ کی اپنی ہے... یا کرائے کی۔"

"کرائے کی۔" وہ بولا۔

"دن میں یہ آپ کے پاس ہوتی ہے... رات میں کس کے پاس؟"

"جی... کیا مطلب... یہ آپ نے کیا بات پوچھی۔"

"کیا یہ عمارت رات کو بند رہتی ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں رہتی۔"

"نہیں... کسی کے استعمال میں نہیں رہتی۔"

"لیکن میری اطلاع یہ ہے کہ رات کے وقت اس جگہ کو کچھ جرائم پیشہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہا..."

"آپ کا مطلب ہے... رات کو کچھ جرائم پیشہ لوگ اس عمارت میں جمع ہوتے ہیں۔" اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! ایسی بات ہے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... ویسے آپ کون لوگ ہیں... آپ نے اب تک اپنا تعارف تو کرایا ہی نہیں۔"

اب انہوں نے اپنا کارڈ دکھایا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... پھر اس نے جلدی سے کہا۔

"آپ اس عمارت کے مالک سے مل لیں... کہیں یہ چالاکی ان کی نہ ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ انہوں نے رات کے لیے یہ عمارت کسی اور کو دے رکھی ہو... اور دن کے لیے ہمیں۔"

"ہوں! یہ بات ٹھیک ہے... ہمیں ان سے ملنا ہوگا... ان کا پتہ۔"

"ساتھ والی عمارت میں ہی تو رہتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اوہو... اچھا شکریہ... کیا نام ہے ان کا۔"

"فاضل گیلانی۔"

وہ وہاں سے نکل کر ساتھ والی عمارت کی طرف آئے... دونوں عمارتیں بالکل ایک جیسی نظر آئیں۔

"اوہو... کہیں صدر بھائی سے یہ بھول نہ ہوئی ہو اس وقت۔" فرزانہ چونک اٹھی۔

"ہاں شاید... وہ اس عمارت کے بجائے، اس میں چلا گیا ہو۔"

"ہاں شاید... وہ اس عمارت کے بجائے، اس میں چلا گیا۔"

دستک کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا:

"جی فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"کیا آپ فاضل گیلانی ہیں۔"

"ہاں جی..." اس نے سر ہلایا۔

"یہ ساتھ والی عمارت بھی آپ کی ہے۔"

"بالکل میری ہے۔"

"یہ آپ نے ایک کرائے دار کو دے رکھی ہے یا دو کو۔"

"یہ کیا بات ہوئی... کیا کوئی عمارت ایک وقت میں دو کرائے داروں کو بھی دی جاتی ہے۔"

"ایسا ہو تو سکتا ہے... مثلاً یہ عمارت دن میں بالغوں کا سکول ہو اور رات کو کچھ لوگوں کے کام آتی ہو۔"

"ایسا نہیں ہے۔" اس نے پر زور انداز میں کہا۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"کچھ نہیں... میں نے باپ دادا سے ملنے والی دولت سے ایسی چار عمارتیں بنوائی ہیں... ان کو کرائے پر دے رکھا ہے... بس ان کے کرائے سے گزارا ہو جاتا ہے...."

"اوہ اچھا... ہم آپ کے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"تت... تلاشی... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارا تعلق پولیس سے ہے... اور ہمیں شک ہے کہ ان دونوں عمارتوں میں سے ایک میں... رات کے وقت جرائم پیشہ افراد بھی ہوتے ہیں۔"

"آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"آپ ہمیں تلاشی لینے دیں...."

"جی اچھا... آجائیں... اگرچہ میں جانتا ہوں... تلاشی کے لیے پہلے وارنٹ دکھانے پڑتے ہیں... لیکن میں وارنٹ کا مطالبہ کیوں کروں جب کہ اندر کچھ ہو ہی نہیں۔"

"وارنٹ دکھانا بھی میرے لیے مشکل نہیں... ابھی جیب سے نکال کر آپ کو دے سکتا ہوں۔"

"ہم... میرے نام کے۔"

"ہاں! آپ کے نام کے۔"

"تب آپ پہلے سے تلاشی کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔"

"یہی سمجھ لیں۔" وہ مسکرائے۔

"آیئے۔" اس نے منہ بنایا۔

اب وہ اندر داخل ہوئے... عمارت اندر سے بھی بالکل ایسی نظر آئی لیکن یہاں رہائش کے قابل ہر چیز موجود تھی... جب کہ دوسری عمارت میں صرف سکول کے ڈیسک، کرسیاں اور بلیک بورڈ موجود تھے۔

"آپ پہلے ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں... میں اپنی چیزوں کو ایک طرف کر دوں... بیوی میری اس وقت گھر ہی نہیں ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" وہ مسکرائے۔

چند منٹ بعد اس نے آکر کہا۔

"اب آپ تلاشی لے سکتے ہیں۔"

انہوں نے تلاشی شروع کی... کمرے صاف ستھرے نظر آئے... چیزیں سلیقے سے لگی ہوئی تھیں... آتش دان میں سجاوٹ کی چیزیں رکھی گئی تھیں... ان چیزوں میں زیادہ تر جنگلی جانور تھے...

پلاسٹک وغیرہ کے بنائے گئے درندے شیر ہاتھی وغیرہ ... وہ کافی
خوفناک نظر آئے تھے...

"کیا آپ کو خوفناک چیزوں کا شوق ہے۔" فرزانہ نے ان
درندوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ شوق میری بیوی کا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ اچھا..."

پورا مکان دیکھنے کے بعد صرف ایک کمرہ رہ گیا... اس
کمرے میں فاضل گیلانی کی چیزیں تھیں:

"اب اس کمرے کی باری ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے فوراً اس
کو آن کیا اور کان سے لگاتے ہوئے بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔"

پھر دوسری طرف کی بات سن کر وہ بری طرح بے چین نظر
آئے۔

☆...☆...☆

"اچھا! میں جلد از جلد آنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"شکریہ کیا آپ نے اس گروہ کی کسی عورت کو گرفتار کیا
ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ بات تو ہے۔"

"ان کا کہنا ہے... آپ اسے چھوڑ دیں... یہ مجھے جان سے
نہیں ماریں گے۔"

"کیا یہ اس پوزیشن میں ہیں... کہ آپ کو جان سے مار
سکیں۔"

"ان کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ رہی ہوں میں۔"

"اور یہ مجھے یہاں بلانا چاہتے ہیں۔" ان کے لہجے میں حیرت
تھی۔

"یہ انہوں نے نہیں کہا..."

"میری ان سے بات کرائیں۔"

"اوہ اچھا۔" یہ کہہ کر وہ اس سے بولیں۔

"یہ لیں... ان سے بات کریں۔"

"ہاں! ضرور... کیوں نہیں۔" اس نے فون لے لیا۔

"آپ انسپکٹر جمشید بات کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں! فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"گوری خانم کو چھوڑ دیں... میں آپ کی بیگم کو جان سے
نہیں ماروں گا۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا... کہ گوری خانم ہمارے قبضے میں ہے۔"

"آپ ہماری معلومات کے ذریعے کھوج نہیں لگا سکتے... اس چکر میں نہ پڑیں... اپنا الو سیدھا رکھیں... ورنہ مفت میں مارے جائیں گے۔"

"تم لوگ سیٹھ گردلور کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو۔"

"میں نے گوری بیگم اور بیگم انسپکٹر جمشید کی بات کی ہے... سیٹھ گردلور کی نہیں... ایسے لوگ تو ہم نہ جانے کتنے مار چکے ہیں یہ تو ہمارا روز کا کام ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اب آپ سے کیا چھپانا... ہماری ایک تنظیم ہے... جو شہر میں زبردست پیمانے پر کام کر رہی ہے... ہمارے گاہک عام طور پر سیاسی لیڈر ہیں... یہ جو سیاسی لیڈر ہیں... عام طور پر ایک دوسرے کو جان سے مروانے کے چکر میں رہتے ہیں... تاکہ ان کی سیاسی دکانیں چمکتی دمکتی رہیں... لہٰذا ایسے لوگوں سے ہم بہت اچھے ملتے ہیں... اور ایک مدے کا جان سے مارنے پر خرچ کیا آتا ہے... ایک یا دو گولیاں۔ جو چند روپے کی ہوتی ہیں... اب آپ کہیں گے... لیکن اس کے لیے پستول چلانے والے کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے تو یہ مسئلہ ہمارے لیے مشکل نہیں... ہم جیل سے رہا ہونے والے لوگوں کو قابو کر لیتے ہیں... انہیں اور کوئی تو ملازمت دیتا نہیں... بے چارے ہمارے

پاس کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں... ایسے لوگ یوں بھی جیل میں ماہر ہو کر نکلتے ہیں... جس قسم کا آدمی ہاتھ لگتا ہے... اس سے اسی قسم کا کام لیا جاتا ہے... لہٰذا آپ اس قسم کے سوال کر کے وقت ضائع نہ کریں... اور یہ بتائیں... نقد سودا منظور ہے یا نہیں۔"

"منظور ہے۔"

"کیا کہا... منظور ہے۔"

"ہاں! بالکل... تم میرے گھر سے نکل آؤ... میں گوری خانم کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ دھوکا نہیں کریں گے۔"

"واہ... کیا بات کہی... میں اور دھوکا کروں گا... وہ بھی تم سے..." انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"خیر... میں آپ پر اعتبار کر رہا ہوں... باہر موجود اپنے ماتحتوں کو ہدایات کریں کہ میرا راستہ نہ روکیں۔"

"فون میری بیگم کو دو۔" انہوں نے کہا۔

فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی...

"باہر موجود ساتھیوں سے کہہ دیں... اس کا راستہ نہ روکا جائے۔"

"یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... میری خاطر اسے چھوڑ رہے ہیں۔"

"بیگم... ابھی تمہیں پورے حالات معلوم نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا... پھر دروازے پر جا کر بلند آواز میں بولیں۔

"گھر سے ایک شخص باہر آ رہا ہے... اسے جانے دیا جائے.. اور ان پیچھے آدمیوں کو بھی۔"

"یہ... یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔" باہر سے توحید احمد کی آواز سنائی دی۔

"یہ آپ کے انسپکٹر صاحب کا حکم ہے۔"

"اوہ اچھا... تب تو ٹھیک ہے۔"

انہوں نے دروازہ پورا کھول دیا... وہ نکل گیا... ادھر انسپکٹر جمشید نے ٹھکانہ نمبر تین پر فون کیا... اور وہاں موجود خفیہ فورس کے کارکن کو حکم دیا کہ وہ گوری خانم کو چھوڑ دے... ان کا یہ حکم کارکن کو بھی عجیب لگا... لیکن وہ کیا کہہ سکتا تھا... اس نے گوری خانم کی رسیاں کھول دیں اور اس سے بولا۔

"آپ جا سکتی ہیں۔"

"دیکھا... میرے باس کو۔"

"کیا مطلب..." وہ چونکا۔

"باس اس طرح اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کا ماہر ہے۔"

"اوہ اچھا... لیکن آپ انسپکٹر جمشید صاحب سے واقف نہیں۔"

"کچھ واقف ہو چکی ہوں اور کچھ ہو جاؤں گی... فکر نہ کریں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

کارکن نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔

"بہت بڑی غلطی کی۔" گوری خانم بولی۔

"کیا مطلب... کون سی غلطی۔"

"انسپکٹر جمشید کا یہ ٹھکانہ اب میری نظر میں آ گیا۔"

"اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا... یہ ٹھکانہ اندر سے زیادہ خفیہ ہے... باہر کی نسبت۔" کارکن نے منہ بنایا۔

"میں... میں سمجھی نہیں۔"

"یہ میری ذمہ داری نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"کون سی ذمہ داری آپ کی نہیں۔"

"یہ بات آپ کو سمجھانا کہ یہ ٹھکانہ اندر سے کیسے خفیہ ہے۔"

"بھاڑ میں جائیے... اپنے انسپکٹر سے کہہ دینا... گوری بہت جلد اس سے ٹکرائے گی۔"

"ان کا تو یہ روز کا کام ہے... کہنے کی ضرورت نہیں۔"

"او کے... بائے بائے... تم میری طرف سے ایک تحفہ وصول کر لو۔"

یہ کہتے ہی اس نے خفیہ کارکن کے منہ پر ایک مکا جڑ دیا... وہ بے چارہ اس وار کے لیے ہر گز تیار نہیں تھا... تڑپ کر گرا اور بے ہوش ہو گیا... جب تک دوسرا کارکن اس کے گرنے کی آواز سن کر

باہر نکلا... وہ جا چکی تھی۔

دوسرے کارکن نے فوری طور پر انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے اور اس بات کی خبر انہیں دی... وہ سن کر بولے۔

"کوئی بات نہیں... ہم اس سے اس کے کا انتقام ضرور لیں گے۔"

"جج... جی... کیا فرمایا آپ نے... کے کا انتقام..." فاروق نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں... کیا ڈر گئے۔"

"نہیں... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ہوٹل کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... ہر وقت ہوٹلوں کے نام سوجھتے رہتے ہیں۔" فرزانہ جل گئی۔

"لیکن اب تک اس کیس میں ہمارے ہاتھ کیا آیا۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"بہت کچھ... ہم مجرم کے بہت زیادہ نزدیک پہنچ چکے ہیں۔"

"اوہو اچھا... کون ہے وہ۔"

"آؤ... ہم ایک ملاقات سیٹھ گرداور سے اور کریں گے۔"

"تت... تو کیا... وہ مجرم ہے۔" فاروق چونکا۔

"اتنی جلدی نتیجہ نہ نکالو۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

وہ گھبرا گیا... اور لگا کانپنے۔

"کیا ہوا... کانپنے کیوں لگے۔"

"اتنی جلدی نتیجہ نکالنے کے نتیجے میں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید کو ہنسی آ گئی... پھر وہ سیٹھ گرداور کے ہاں پہنچ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

"آپ لوگ پھر آ گئے۔"

"جی ہاں! مجبوری ہے۔"

"خیر... فرمائیے۔"

"کیا آپ کے کسی سیاسی لیڈر سے تعلقات ہیں۔"

"کک... کیا مطلب۔"

وہ بہت زور سے اچھلے... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆...☆...☆

آخری اجلاس

چند لمحے تک وہ انھیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے... پھر سرسراتی آواز میں بولے۔

"آپ نے یہ کیوں پوچھا۔"

"پہلے آپ سوال کا جواب دیں۔"

"جی ہاں! میرے گہرے تعلقات ہیں... ملک کے مشہور سیاسی لیڈر اقبال خان زادہ سے..."

"خوب! کیا آپ انھیں مالی امداد دیتے ہیں۔"

"یہ تو کرنا پڑتا ہے جناب... تمام سیاسی لیڈر ملک کے دولت مندوں سے اپنی سیاسی مہمات کے لیے رقوم وصول کرتے ہیں... اور جب وہ کوئی وزیر وغیرہ بن جاتے ہیں تو پھر وہ ساری رقمیں تو وصول کرتے ہی ہیں اور بھی ان گنت فائدے حاصل کرتے ہیں۔"

"اور آپ اقبال خان زادہ کو بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

"اقبال خان زادہ کا سب سے بڑا سیاسی مخالف کون ہے۔"

"نواب کالے بہادر۔"

"کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کو قتل کرانے کی سازش کرنے والا گرفتار ہو جائے۔"

"بھلا میں اور یہ نہ چاہوں گا۔"

"تب پھر آپ کو اس ملاقات کے بارے میں بالکل خاموش رہنا ہوگا... یعنی کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارے درمیان کیا باتیں ہوئی ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"شکریہ..." یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ کیا... آپ تو چل دیے۔"

"ہاں! بس... اتنا ہی کام تھا۔"

وہ باہر نکل آئے... انھوں نے اکرام کو چند ہدایات دیں... اور گھر آگئے۔ بیگم جمشید انھیں دیکھتے ہی بولیں۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"میں نے اور وجہ سے چھوڑ دیا۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"جی... کس وجہ سے۔"

"وہ بھاگ کر جا کہاں سکتا ہے... جب چاہوں گا... اسے پکڑ لوں گا... اگر معلوم ہوتا کہ وہ پھر پکڑا نہیں جائے گا تو ہرگز معاہدہ نہ کرتا۔"

"اور اس کیس کے سلسلے میں کیا رہا؟"

"آج رات ان شاء اللہ مجرم حوالات میں ہوں گے۔"

"بہت خوب اب تو آپ کو اس وقت کھانے کی فرصت ہو گی۔"

"اوہ ہاں... کھانا... چلو کھانا کھا لیتے ہیں... تم بھی کیا یاد کرو گی۔" وہ ہنس دیے۔

رات کے گیارہ بجے وہ گھر سے نکلے... اور کار میں روانہ ہوئے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ویسے تم اس وقت تک کس نتیجے پر پہنچے ہو... کسی نتیجے پر پہنچے بھی ہو یا نہیں۔"

"یوں تو ہم بہت سے نتیجوں پر پہنچ چکے ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی... بہت سے نتیجوں پر پہنچنے والا بھی کیا درست نتیجے پر ہو سکتا ہے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ہو تو نہیں سکتا... ان بہت سے نتیجوں میں سے کوئی ایک نتیجہ درست تو ہو سکتا ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اب یہ کیسے معلوم ہو کہ وہ کون سا ہے۔" محمود نے آنکھیں نکالیں۔

"اوہ نہیں... تم کم از کم ایک نتیجہ مجھے بتاؤ۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"اس کیس کا مجرم نواب کالے بہادر ہے۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"اوہو... اچھا... اس سے تو ہم ابھی ملے بھی نہیں... خیر... آج رات امید ہے... اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی..." انہوں نے کہا۔

"جب کہ میرا خیال ہے... خاور ضیائی مجرم ہے... تعلیم بالغاں کا انچارج... جب صادر بھائی کو اس عمارت میں لے جایا گیا تو جس باس سے اس نے ملاقات کی تھی... وہ وہی تھا... کیونکہ وہ اسی عمارت میں تعلیم بالغاں کا انچارج نظر آیا۔" محمود نے کہا۔

"بہت خوب! یہ سن کر مزا آیا۔ فرزانہ تم بھی کچھ کہو۔"

"ہاں ضرور... کیوں نہیں... میرے خیال میں مجرم سیٹھ گردلور خود ہے۔"

"کیا مطلب... وہ کیسے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ اپنی موت کا ڈرامہ رچا رہا تھا۔"

"اوہ... لیکن کیوں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"شاید وہ اقبال خان زادہ کی مدد کر کر کے تھک چکا ہے... اور اس ڈرامے سے اس پر یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اب وہ اس کی اور مالی مدد نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر اس سے زیادہ مضبوط وجہ نواب کالے بہادر کے پاس ہے... وہ چاہتا ہے... سیٹھ گردلور اقبال خان زادہ کی مدد نہ کر سکے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تت... تو کیا... آپ کا مطلب ہے... نواب کالے بہادر

ہی مجرم ہے۔"

"اصل میں اس کیس کے مجرم دو ہیں... ایک تو صرف کرائے کا قاتل ہے... اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر ان کے دشمن کو قتل کرنا... جیسے کوئی اس کے ذریعے سیٹھ گردلور کو قتل کرانا چاہتا ہے... یا سیٹھ گردلور خود ڈراما رچا رہا ہے خود کو قتل کرانے کا... اب ظاہر ہے جب وہ خود یہ ڈراما کر رہا ہے تو اس میں وہ بال بال بچے گا ہی نا... جب کہ دو بار پہلے وہ بچ چکا ہے... اور تیسری بار بھی بچ گیا ہے... اس بار وہ چاچی صابر بھائی کی وجہ سے... لہٰذا ایک مجرم تو ہے... کرائے کا قاتل... دوسرا وہ ہے... جو سیٹھ گردلور کو قتل کرانا چاہتا ہے..."

"دوسرا تو پھر اس صورت میں ہو سکتا ہے... جب سیٹھ گردلور ڈراما نہ کر رہا ہو۔"

"ہاں ورنہ مجرم صرف ایک ہے... لیکن اب ڈراما کرنے والا بھی مجرم بنتا ہے۔"

"تب پھر... آخر آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں... آپ بھی تو بتائیں نا۔"

"اس کیس میں ایک کردار گوری خانم ہے... جو ہمیں سیٹھ گردلور کے گھر پر نظر آتی ہے... وہاں اس کا نام شازیہ بیگم تھا... اور وہ سابقہ جرائم پیشہ ہے... مجرم نے اسے چھڑانے کے لیے ہمارے گھر کو نشانہ بنایا۔ گویا اس کیس کے مجرم کی سب سے بڑی ساتھی

گوری خانم ہے... میرا مطلب ہے... کرائے کے قاتل کی ساتھی.. اس نے گوری کو وہاں ملازمت کرنے کا حکم دیا... تاکہ سیٹھ کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل ہو سکیں... گویا جس جگہ انہیں وار کرنا ہوتا ہے... پہلے وہ وہاں کی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیٹھ گردلور خود ڈراما نہیں کر رہے... یا پھر انہوں نے کسی نامعلوم آدمی کے طور پر کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل کی ہیں... اپنے آپ پر حملہ کرانے کے لیے۔"

"معاملہ الجھا ہوا سا ہے..."

"صابر اگر سچا ہے... تو اس صورت میں معاملہ الجھا ہوا نہیں رہ جاتا... پھر تو اس نے جو بتایا ہے... اس عمارت میں ایسا ہوا ہے... اور رات کے وقت وہ عمارت جرائم پیشہ لوگوں کے استعمال میں ہوتی ہے۔"

"اور اگر... وہ... وہ سچا نہیں ہے... تو۔" فاروق زور سے اچھلا۔

"تب پھر وہی مجرم ہے..."

"نن... نہیں... اس بات پر دل نہیں ٹھہرتا۔"

"ارے! یہ... یہ تو آپ اس طرف آ گئے۔" محمود نے ٹھٹک کر کہا۔

"تو اور میں کس طرف آتا۔"

انہوں نے سامنے دیکھا... انسپکٹر جمشید کار کو بریک لگا چکے

تھے... انہوں نے کار ایک تاریک گوشے میں روکی تھی اور لائٹیں وہ
اس طرف آنے سے پہلے ہی بجھا چکے تھے... فوراً ہی ایک سادہ لباس
والا تیر کی طرح ان کے پاس آیا۔

"السلام علیکم سر۔"

"ہاں بھئی... کیا رپورٹ ہے۔"

"اندر میٹنگ جاری ہے سر۔"

"اس کا مطلب ہے... گروہ کے سارے کارکن اندر موجود
ہیں۔"

"جی ہاں... بالکل۔" وہ مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید کو بہت حیرت ہوئی... اس کے مسکرانے پر...
کیونکہ وہ لوگ اپنے رنگ میں اس قدر رنگے ہوئے تھے کہ مسکرانے کا
خیال ہی نہیں آتا تھا...

"اور تم آج خلاف معمول مسکرائے کیوں؟"

"آپ لوگوں کے اندازوں پر مسکرا رہا ہوں... آپ پہلے ہی
جان لیتے ہیں... مجرم کون ہے۔"

"نہیں... ہم صرف اندازہ لگاتے ہیں... اس وقت بھی ہم
اپنے اندازے کے مطابق آئے ہیں... یہ معلوم نہیں تھا کہ اندازہ
درست ثابت ہوگا... یہاں کی رپورٹ لینے پر اگر اندازہ درست نہ
ہوتا تو ہم پھر دوسری طرف جاتے..." انہوں نے بتایا۔

"اوہ..." سادہ لباس والے کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ آگے بڑھ گئے... دروازہ بند تھا... اس لیے فاروق کی
خدمات حاصل کرنا پڑیں... وہ بڑے مزے سے منہ بناتا چلا گیا... پھر اس
نے دروازہ کھول دیا اور وہ اندر داخل ہوئے... ایک کمرے میں
انہیں بہت سے لوگوں کی موجودگی کا احساس ہوا... ان کے قدم اسی
طرف اٹھ گئے... اس کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا، لیکن
باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں... کوئی کہہ رہا تھا...

"تم لوگ ابھی تک بیٹھ گروہ کو ختم نہیں کر سکے... جب
کہ پارٹی ہمیں پوری رقم ایڈوانس دے چکی ہے... گوری خانم تک
ناکام ہو چکی ہے... حالانکہ وہ ایسے کاموں کی ماہر ہے اور اسی لیے میں
نے گوری خانم کو وہاں پہلے ہی بھیج دیا تھا... لیکن اس کے دونوں وار
خالی گئے... تیسرا وار صاعد کی وجہ سے نہ ہو سکا... تم لوگ صاعد کو بھی
نہ پکڑ سکے... اور وہ اب انسپکٹر جمشید کی پناہ میں ہے... اسی کی وجہ سے
انسپکٹر جمشید پارٹی شکاری کتوں کی طرح ہماری بو سونگھتی پھر رہی
ہے... تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ جب وہ کسی کے پیچھے پڑ جاتے
ہیں... تو وہ اسے نہیں چھوڑتے... لہٰذا میں اب خطرہ محسوس کر رہا
ہوں... یہ اجلاس آخری اجلاس ہے۔ آج کے بعد تم آزاد ہو... میں
اس پارٹی کو رقم واپس دے رہا ہوں..."

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا... باس۔" انہوں نے گوری خانم
کی آواز سنی۔

"تم چپ رہو... ایک دم ناکارہ ثابت ہوئی ہو... آخر بیٹھ

گرد اور میں ایسی کون سی بات ہے کہ تم اسے ختم نہ کر سکیں۔"

"پتا نہیں باس... مجھے افسوس ہے۔"

"افسوس نہیں... بلکہ تم نے غداری کی ہے..."

"کیا کہا... میں نے غداری کی ہے... کس سے۔" گوری خانم کی آواز سنائی دی۔

"ہاں غداری کی ہے... مجھ سے... اس پورے گروہ سے... میں نے تمہیں وہاں ملازم کرایا... تاکہ تم موقع پا کر اس کا کام تمام کر دو... اور گروہ میں چپ چاپ واپس آ جاؤ... لیکن تم نے اوپر ہی اوپر سیٹھ گرد اور سے ساز باز کر لی... ایک بڑی رقم اس سے لے لی... اور اس پر وار نہ کیا... وہ جو وار کیے تھے وہ فرضی وار تھے... تاکہ ہم جان جائیں... تم نے وار کیے ہیں... لیکن وہ بچ گیا... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں گوری خانم۔"

"نہیں... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... میں نے سیٹھ گرد اور سے رقم لی ہے..." گوری خانم کی آواز سے بے فکری ٹپک رہی تھی۔

"اور تم اس پر ذرا شرمندہ نہیں ہو۔"

"نہیں... اس لیے کہ آپ بھی کئی بار اوپر ہی اوپر معاملہ طے کر کے ساری رقم ڈکارتے رہے ہیں... میں بھی کچھ خبریں اپنے پاس رکھتی ہوں۔" ایک آواز ابھری۔

"کک... کیا مطلب... شیرے۔"

"کیا سیٹھ الماس بیگ کا قتل نہیں ہوا تھا..."

"ہوا تھا... تو پھر؟" باس کی کھوئی کھوئی آواز سنائی دی۔

"اسے آپ نے خود جا کر قتل کیا تھا... جب کہ یہ معاہدے کے خلاف تھا.. آپ کو چاہیے تھا.. یہ کیس سب کے سامنے رکھتے... ہم میں سے چند ایک کی ڈیوٹی لگاتے... اور رقم تقسیم کرتے۔"

"خوب! تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔" باس کی آواز گونجی۔

"میں اس رات آپ کی نگرانی خفیہ طور پر کر رہا تھا، کیونکہ مجھے شک تھا... آپ ایسا کرتے ہیں۔"

"خیر... اب تو میں یہ گروہ ہی توڑ رہا ہوں... اب ان باتوں سے کیا حاصل۔"

"اچھا ہی کر رہے ہیں اس کو توڑ رہے ہیں... ورنہ انسپکٹر جمشید آپ تک پہنچنے والے تھے... لیکن۔" شیرا کہتے کہتے رک گیا۔

"رک کیوں گئے... کہہ ڈالو... جو تمہارے دل میں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" شیرا کہا۔

"کیا جانتے ہو۔" باس نے تلملا کر کہا۔

"آپ کچھ وقت کے بعد پھر نیا گروہ بنا لیں گے... ایسا گروہ بنانا آپ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں... ادھر کوئی جیل سے نکلا ہے... ادھر آپ اس کو اپنے گروہ میں شامل کر لیتے ہیں اور جیل سے تو جرائم پیشہ افراد رہا ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

"ہیں یا اور کچھ..."

"آج تک میں یہ نہیں جان سکا... کہ آپ کو یہ کیسے معلوم

ہو جاتا ہے... کہ جیل سے فلاں آدمی رہا ہو رہا ہے۔"

"یہ بات تو بتانے والی نہیں ہوتی۔"

"تو کیا اب ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں۔"

"ہاں... بالکل۔"

"ایک آخری بات ... سیٹھ گردآور کو کون مروانا چاہتا ہے۔"

"اس سوال کا جواب دینا تو نہیں چاہیے... لیکن اب مجھے ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، اس لیے بتا رہا ہوں... یوں تو سیٹھ گردآور کے اور بہت سے دشمن ہیں... لیکن اس کا سب سے بڑا دشمن اس کی اپنی بیوی ہے... وہی اسے قتل کرانا چاہتی ہے۔"

"اوہ... نن نہیں..." کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

چند سیکنڈ تک موت کا سناٹا طاری رہا... آخر شیرے کی آواز سنائی دی۔

"تب پھر ہم سب کے حصے کی دولت ہمیں دے دی جائے۔"

"ہاں ضرور کیوں نہیں..."

عین اس لمحے انہوں نے دروازے پر ٹھوکر رسید کر دی... اندر موجود بدمعاش بری طرح اچھلے... ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں...

"ہمیں دیکھ کر آپ کو حیرت ہوئی... خوف محسوس ہوا... معافی چاہتے ہیں... امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ان کا دل خوش کر رہا ہوں... بے چارے اب جائیں گے جیل۔"

"تو کیا ہوا... یہ پہلے بھی تو جیل میں وقت گزار چکے ہیں... اس گروہ کے باس کی تو خاص بات یہی ہے... کہ جیل سے نکل کر آنے والوں کو گروہ میں شامل کرتے رہے ہیں... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا... باس بھائی۔" فاروق جلدی جلدی سے بولا۔

"حد ہو گئی... اب باس ان کا بھائی ہو گیا۔" محمود نے جل کر کہا۔

"ارے! یہ تو صرف چند ایک ہیں... میں انہیں آن کی آن میں ٹھکانے لگا سکتا ہوں... ہٹ جاؤ ایک طرف۔" باس کی گرج دار آواز سنائی دی۔

اس کے ساتھی کائی کی طرح چھٹ گئے... اب وہ ان کے سامنے کھڑا نظر آیا... چہرے پر نقاب تھا...

"ہم چند ایک ضرور ہیں... لیکن باہر عمارت پوری پولیس کے گھیرے میں ہے..."

"کوئی بات نہیں... میں انہیں بھی دیکھ لوں گا۔"

"آپ کی مرضی... پہلے پھر ہمیں دیکھ لیں... ان کی
حد میں آئے گی۔

"ہوں... تو یہ لو... تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے کوئی چیز ان کی طرف اچھال
دی... وہ فوراً ان پیروں کے پاس گر کر پھٹی اور اس میں سے
کثیف دھواں نکلنے لگا... تیزی سے آن کی آن میں چاروں طرف
گئی... سب کو اپنی آنکھیں بند کر لینا پڑیں... بند کرنے کے
آنکھوں میں شدید ترین جلن ہونے لگی... بے تحاشہ پانی بہنے لگا...
وہ گرتے چلے گئے... انہیں ہوش آیا تو سب کے سب ہسپتال میں
تھے... عمارت کے باہر جو لوگ موجود تھے، ان کے ساتھ
مجرموں نے یہی کیا تھا... یعنی دھوئیں کے بم چاروں طرف
سے پھینکے گئے تھے اور پھر وہ نکلتے چلے گئے تھے۔

سارے حالات سن کر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"افسوس! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ دھوئیں کے
وقت اپنے پاس رکھتے ہوں گے۔"

"لیکن آپ تو جانتے ہیں... مجرم کون ہے۔"

"ہاں! لیکن اس کے خلاف میرے پاس کوئی خاص
نہیں تھا... وہاں وہ رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا، اب پہلے ثبوت
کرنا پڑے گا اور وہ اس واقعے کی بنیاد پر اس حد تک چوکنا ہو جائے
کوئی حرکت نہیں کرے گا..."

"پھر... آپ کیا کریں گے۔"

"دن رات اس کی خفیہ طور پر نگرانی کراؤں گا اور میں کیا کر
ہوں... شاید وہ کوئی غلطی کر بیٹھے۔"

"واقعی... مزا نہیں آیا... اس وقت وہ پکڑا جاتا تو ضرور مزا

"اچھا خیر... اب کیا کیا جا سکتا ہے۔"

پھر انہوں نے نگرانی کے سلسلے میں خفیہ الفاظ میں اپنی خفیہ
س کو ہدایات دیں... اور اس کے تین روز بعد انہیں اطلاع ملی کہ
آدمی کو ایک ویران کھنڈر کی طرف جاتے دیکھا گیا ہے... یہ
ن کر وہ خوش ہو گئے... فوراً روانہ ہو گئے... اکرام کو بھی ہدایات
دی گئیں... پھر اس کھنڈر کو گھیر لیا گیا... اب ان کے لیے یہ
نہیں تھا کہ وہ دھوئیں کے بم پھینک ماریں گے... انہوں نے
س ماسک پہن رکھے تھے... اور اسلحے سے بھی پوری طرح لیس
... کھنڈر کو بہت احتیاط سے گھیرے میں لے لیا گیا... چاروں
رف پوزیشن لے لی گئی... اب وہ کھنڈر میں داخل ہو گئے... اس
ے درمیان میں ایک ہال سلامت تھا، اس میں اس وقت چور اگروہ
جود تھا... اور بیان کر رہا تھا:

"پچھلی مرتبہ انسپکٹر جمشید کی وجہ سے ہمارا کام درمیان میں
یا تھا... آج میں تم سب کو حصے کے مطابق رقم ادا کر دیتا ہوں..
تم سب آزاد ہو۔"

"شکریہ باس! آپ بہت اچھے ہیں۔"

"یہ رہا تم لوگوں کا حصہ۔" باس زیر لب ہنسا۔

"کیا مطلب... یہ... یہ کیا باس... یہ تو پستول ہے..."

"پستول بھی عام نہیں... اس میں ان گنت گولیاں بھر جاتی ہیں... گویا یہ ایک پستول تمہارے لیے کافی ہے... اور یہ ا... پستول چلانے والا۔"

"لیکن آپ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے... تم سب لوگوں کی مو... میرے لیے یہ خوش خبری لائے گی کہ یہ تمام دولت... بلکہ دولت... ڈھیر میرا ہے۔"

عین اس لمحے ایک بے آواز فائر ہوا... اس کے ہاتھ... پستول نکل گیا۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی...

"ن... نہیں... یہ... یہ کیا ہوا؟" اس کے منہ سے مار... خوف کے نکلا۔

"آج پھر دعوئیں کے ہم آزما لو... ہم پوری طرح تیار ہو... آئے ہیں..."

"ن نہیں... نہیں۔" وہ مارے خوف کے چلایا...

"بہت خوب! آپ بہت اچھے موقعے پر آئے... ورنہ... سب تو مارے گئے تھے۔"

"مارے تو تم لوگ ویسے بھی جاؤ گے..."

"وہ تو ہم جیل جائیں گے... یہ تو ہمیں اسی وقت ختم کر رہا تھا... ظالم سرغنہ۔" شیرے نے چیخ کر کہا۔

"کیا کہا... ظالم سرغنہ... بھئی واہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... ارے تم لوگوں نے اب تک ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے... کیا میں اپنے ساتھیوں کو فائر کرنے کا حکم دوں۔ تم سب لوگ زد پر ہو... جب کہ ہم سب مورچہ بند ہیں۔"

ان کے ہاتھ فوراً اٹھ گئے۔

"اپنے باس کو پکڑ کر خوب مارو۔"

"کیا... کیا کہا آپ نے۔"

"اسے پکڑ کر خوب مارو... لیکن خیال رہے... یہ جان سے نہ مر جائے۔"

"نہیں... ہم اسے نہیں مار سکتے... باس کہا ہے اسے۔"

"لیکن یہ تو تمہاری جان لینے پر تل گیا تھا۔"

"وہ اس کا ظرف تھا... ہم اس ظرف کے نہیں ہیں۔"

"بہت خوب! اس لیا تم نے... اچھا خیر... کیا تم جانتے ہو... یہ کون ہے۔"

"جی نہیں۔" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"تو پھر سن لو... یہ صاحب فاضل گیلانی ہیں... یہ اس عمارت کے مالک... جو انہوں نے گروہ کو کرائے پر دے رکھی تھی..."

گویا یہ خود ہی اپنے کرائے دار بھی تھے۔"

"جی نہیں... نہیں۔"

"لیکن ان کا ایک دوسرا نام بھی ہے... اور ان کا اصل نام وہی ہے... نہ یہ نام ان کا اصل ہے... نہ نقاب کے پیچھے جو چہرہ ہے... وہ اصل ہے... اس پر سے بھی میک اپ اتارنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب... بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اکرام اس کا نقاب اتار دو۔"

اکرام نے فوراً تعمیل کی... اب ان کے سامنے فاضل گیلانی کھڑا تھا...

"اکرام اب اس کا میک اپ اتار دو۔"

"جی بہتر۔"

اکرام نے ایک ماہر کی مدد سے میک اپ اتار دیا... یہ چہرہ ان کے لیے نیا تھا... تاہم انھیں کسی قدر جانا پہچانا لگا۔

"ان صاحب کو کہیں دیکھا ضرور ہے۔"

"کمال ہے... ارے بھئی شہر کی جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو نہیں پہچانتے تم۔"

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆...☆...☆